

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں



# بَحَارُ الْاُخْوَارِ

مُلاَ مُحَمَّدٌ بَاقرِ مَجلیسِ رَحْمَۃِ اللہ

ترجمہ

مُولاَ تاسیدِ حسن ابداد و مَدَدِ اَمَل

درِ حَالَات

حضرت ابوالحسن ثالث

امام علی بن محمد النقی علیہ السلام

مخلاف تمہاری بہت بلند ہو کر رہے گا۔ اور خوش خبری سنو انشاء اللہ تمہارے پاس اللہ کا  
مرد جلد پہنچنے والی ہے اور عزت میں بھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ (رجل کشی ص ۵۹)  
ابراہیم بن محمد مہدئی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام  
نے مجھے خط میں تحریر کیا کہ تمہارا بھیجا ہوا حساب مجھے ملا۔ اللہ تمہارا یہ عمل قبول فرمائیے  
اور تم لوگوں سے خوش اور راضی ہو۔ اور تمہیں دنیا و آخرت میں ہم اہل بیت کے ساتھ  
قرار دے میں لے آئے دینار اور ملبوسات تمہیں بھیجے ہیں یہ اور اللہ کی تمام عطا کردہ نعمتیں  
تمہیں مبارک ہوں۔

میں نے نفیر کو خط لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری مخالفت سے باز آجائے  
تم سے کوئی تعرض نہ کرے نیز یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمہاری منزلت میری نظر میں کیا ہے۔ میں نے  
ایوب کو بھی اسی مضمون کا خط لکھ دیا ہے اور مہدائی میں اپنے دوستوں اور مانتوں  
کو بھی لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری اطاعت کریں تمہارے حکم پر چلیں اور یہ کہ تمہارے سوا میں  
وہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔ (رجل کشی ص ۵۹-۵۶)

## حصہ دوم امام دہم

حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی ابن امام محمد تقی علیہما السلام

### باب اول

لقاب، کنیت، ولادت و شہادت

جائے سکونت

اسم گرامی

والدہ محترمہ

تاریخ ولادت

نقشہ خاتم

تاریخ وفات جائے دفن، خلفاء وقت

### باب دوم

امامت کیلئے اقوال و نصوص امام

قوم کا اجتماع

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی نص

ابوالحسن مجاہد سے مشابہ ہے

### باب سوم

اخبار و معجزات

ملکیت امام

ایک معجزہ

سنگریزوں کا سونے میں تبدیل ہونا

ہوانے امام کا احترام کس طرح کیا

اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

ایک بروص کی صحت

ایک ہندی شہیدہ باڑی ہلاکت

ایک اور معجزہ

ترکی سردار کے پچیس کا نام

اخبار العلوم

ایک ظالم حاکم سے نجات

منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام

تم اللہ کی کون کونسی نعمتوں کا شکر لو کرو گے

سڑ میں لائے اجڑنے کی پیش گوئی

حق بمقدار رسید

علم الاخبار

ایک اور اعجاز

علم مافی الضمیر

علم مافی الارحام

علم مینا یا

زیر مصیبتے جواب مستند

دعائے قبول حاجات

استجاب دعا

سخاوت

احیائے موتی

سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں

مرد عجم کے قرض کی ادائیگی

تارک التعمہ تارک القلوۃ کے برابر ہے

محمد میرے جد ہیں یا آپ کے؟

فارسی زبان کا علم

ستقلانی زبان میں گفتگو

عطائے محمد عطائے علی

امام اور اسب کا مکالمہ

پرندوں کی نظر میں امام کا احترام

امام کی فوج کی شان

متوکل نے امام کی زیارت پر پابندی لگا دی

زعب امام

میں امامت کا کیوں قائل ہوا؟

زمین کے ہر خطے میں قبریں ہیں

طی الارض

زینب بنت فاطمہ ہونے کی دعویٰ دار

مال کثیر کا مفہوم

یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور ان کے جوابات

سزا کے خوف سے اسلام لانے کی سزا

معرفت پر ایک تفصیلی گفتگو

یزداد طبیب

### باب چہارم

خلفائے وقت

متوکل کا ارادۂ قتل

ارادۂ گرفتاری

اسیری اور پھر ارادۂ قتل

دریہ سے روانگی

بنی ہاشم کا پیادہ جلوس

خوٹل کے قتل کی پیش گوئی

متوکل کے لیے بددعا

شہکار قتل

صدہ رحمی

محمد بن حنفیہ کی اولاد کی جرأت و دلیری

یوم بعض الظالم

گریبان چاک کرنے کا جواز

### باب پنجم

اولاد امام اور حالات جعفر کذاب

اولاد امام علی النقی علیہ السلام

جعفر کا کردار برادران یوسف جیسا

جعفر کا امام کی تقبیل پر مقرر ہونا

جعفر کذاب کے متعلق توجیع امام عصر

یہ ننگ خاندان ہے

جعفر کذاب کا حضرت جعفر طیار کے

خاندان کی لڑکی کا فروخت کرنا

### باب ششم

احوال اصحاب امام علیہ السلام

سہل بن یعقوب ابو نواس

اختیارات امام

دربان دو کیل

ابوالغوث شاعر آل محمد

بنا غلام ترک کے بارے میں رسول کی دعا

اصحاب امام

فارس ایک قابلِ مذمت شخص تھا

ابوالہاشم جعفری

ابوعلیٰ کو حسین بن عبد ربہ کا قائم مقام بنانا

ابوعلیٰ بن راشد کے متعلق امام کا خط

الیس بن حمزہ قتی کو دعا کی تعلیم

میرے لیے حاضر حینی میں دعا کی جلتے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نمبر

# بَحَارُ الْاِخْوَارِ

مُلا مُحَمَّد سَدِّاقِ مَجَلِسِ رَحْمَہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امجد اور مولانا فضل

در حالات

حَضَرَتُ اِمَامِ مُحَمَّد تَقِی عَلَیْہِ السَّلَامُ

حَضَرَتُ اِمَامِ عَلِی رِضِی عَلَیْہِ السَّلَامُ

حَضَرَتُ اِمَامِ حَسَنِ عَسْکَرِی عَلَیْہِ السَّلَامُ

محفوظ بکٹ کنپسی امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵

فون: ۳۲۲۲۸۶

۳۹۱۴۸۲۳

نیکس: ۳۹۱۴۸۲۳

اس کتاب "بحار الانوار" جلد نہم کے ترجمے کے  
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔  
نیز اس ترجمے کا کوئی جز یا کل کتاب کا بلا اجازت  
شائع کرنا خلاف قانون متصور ہوگا۔

مصنف \_\_\_\_\_ ملا باقر مجلسی علیہ الرحمہ

مترجم \_\_\_\_\_ سید حسن امداد صاحب (ممتاز لافاضل)

طابع \_\_\_\_\_ سندھ آفیسٹ پریس۔ کراچی

کتابت \_\_\_\_\_ جعفر زبیر

ناشر \_\_\_\_\_ محفوظ بک کمپنی۔ مارٹن روڈ کراچی

بسم اللہ

## عرض مترجم

"بحار الانوار" طبع جدید طہران جلد نمبر ۵ مشتمل بر حالات

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام  
اس میں بحار الانوار کی مضمون دار روایات کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ اگر کوئی اہل کو سامنے  
رکھ کر دیکھنا چاہے تو کوئی دقت پیش نہ آئے۔ پھر ہر روایت پر ضمنی سرخیاں بھی قائم کر دی گئی ہیں  
تاکہ ناظرین کے لیے نفس مضمون کی تلاش آسان ہو جائے۔

ترجمہ کیا ہے، اس کا فیصلہ خود ناظرین کریں گے، اپنی طرف سے صرف یہ عرض ہے کہ  
ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شیشی کا عطر دوسری شیشی میں انڈیلنے  
کی کتنی ہی کوشش کی جائے پھر بھی پہلی شیشی میں کچھ نہ کچھ گاہوارہ جاتا ہے اور انڈیلنے والا معذور ہے

والسلام  
"متجسم"

سید حسن امداد (ممتاز لافاضل)

# محارر الانوار جلد نہم

## حصہ اول در حالات حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

### باب اول

ولادت، وفات، اسماء و القاب

ولادت و وفات  
سن ولادت و وفات کی تحقیق  
نقش خاتم، القاب، کنیت  
وقت ولادت کلمہ شہادتین  
اخبار العلوم  
وجہ انتقال  
شبہ موسیٰ و عیسیٰ  
کم سنی میں خطبہ اول

### باب دوم

آپ کی امامت کے متعلق نصوص

نصوص امام رضا علیہ السلام  
مولود مسعود  
نبوت اور امامت کیلئے عمر کی قید نہیں  
نص امام موسیٰ بن امام جعفر صادق  
ایک وقت میں دو امام  
تفویض امامت  
ثقل زبان  
علی بن جعفر بن محمد کی عقیدت

### باب سوم

معجزات امام علیہ السلام

علم قیامت سے نبوت امامت  
عصا کی گواہی  
ازالہ شکوک  
افتر پردازی کی سزا  
ناکردہ گناہ کی سزا  
مدتے کا صدق  
علم الافکار  
شارع العلوم  
امام کی رسوائی کے لیے  
بیکردار باب کی خدمت  
مخبرۃ طی الارض  
بصارت پلٹ آئی  
گھٹنوں کا درد دور ہو گیا  
سیما  
ایک اعجاز  
علم مافی الضمیر  
سیماقی  
یہ فطرس والے ہیں  
اکلو تے فسرزد

کنیز کی خریداری

ہو و لعب سے نفرت

علم منایا

حسن و رباب سے نفرت

شکر الحمد للہ

اخبار العلوم

سامان کس سے خریدا جائے

علم الاخبار

غسل امام بدست امام

تدفین امام کے لیے

قتل امام پر مامون کی مذمت

باب چہام

امام الفضل بنت مامون سے عقد اور

احتجاج و مناظرے

مامون اور خطبہ نکاح

امام الفضل کا مہر

اختلاف و احتجاج

فقہی مسائل کا جواب

بابرکت دن

امام الفضل کا شکایتی خط

یحییٰ بن اکثم سے مناظرے

رعب امامت

باب پنجم

فضائل و مکارم الاخلاق

کم سنی میں بیس ہزار مسائل کا جواب

چند سوالات

اعجاز امام

برادر ایمانی سے سلوک

روافض کی پختہ اعتقادی

اسناد حریر جواد

علماء و فقہاء عمر اور آپ کے علم کی آزمائش

دریائے جہد کے پانی کا علم

کھجور کا شربت

فضا میں دریا اور دریا میں مچھلیاں

زلزلوں سے نجات کا عمل

امیر طائیف بن کثیر سے طواف کعبہ بجالانا

گھر سے نکلے تو بڑے دروازے سے

ہر کسی کا بھی واپس نہیں کرنا چاہیے

منبر رسول سے تعارف

آپ کے اصحاب

زکریا بن آدم

محمد بن عبد العزیز

علی بن ہبیار

صالح بن محمد بن سہیل

خیران بن قراطیسی

ابراہیم بن محمد ہمدانی

# حصہ سوم امام یازم حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام

## باب اول سکونت، ولادت، القاب اور نقش خاتم

جلے سکونت ۲۳۰  
تاریخائے ولادت اور شہادت امام ۲۳۰  
القاب و کنیت ۲۳۲  
نقش خاتم ۲۳۲

## باب دوم نصوص در امامت

امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ۲۳۶  
امام علی نقی علیہ السلام کی نص ۲۳۶  
نصوص اواخر ۲۳۷

## باب سوم مکارم الاخلاق و دیگر امور

سر اقدس کا نور ۲۳۴  
اطلاع آمد امام مہدی علیہ السلام ۲۳۴  
ظہور امام عصر علیہ السلام اور انہماک منائر ۲۳۵  
اسحاق کندی کی تناقض قرآن ۲۳۵  
دشمن سے درس کا طریقہ ۲۳۷  
شاعر متوکل سے سلوک ۲۳۷  
علم امامت اعمالی باشندگان ۲۳۷  
زعم امامت ۲۳۹  
۱۱۱۱ ۲۳۹

قید خانے میں ۲۵۲  
زمین کے خزانوں کی کنیاں ۲۵۳  
تمام ائمہ برابر ہیں ۲۵۳  
حجت اللہ اور دوسروں میں فرق ۲۵۳  
ایک زائر کے ساتھ سلوک ۲۵۳  
حضرت علی کا لون بکالی سے خطاب ۲۵۵  
امام مستجاب الدعوات ہوتا ہے ۲۵۶  
خواب اور بیداری میں کوئی فرق نہیں ۲۵۶  
بدکار غورلوں سے متنع کی ممانعت ۲۵۷  
فرش پر انبیاء کے قدموں کے نشان ۲۵۸  
صاعد نصران کا ایمان لانا ۲۶۰

## باب چہارم معجزات و کرامات

سنگریز پر ائمہ طاہرین کی مہر ۲۶۴  
معجزہ غامضہ سلامی ۲۶۵  
فصد میں خون کے بدلے دودھ نکلا ۲۶۶  
طی الارض ۲۷۰  
کنوس کے پانی کا بلند ہونا ۲۷۱  
عسکریہ میں کے روضہ کی کرامت ۲۷۲  
درندے بھی معرفت امام رکھتے ہیں ۲۷۲  
زمین نے حسب ضرورت سونا چاندی اگل دیا ۲۷۲  
قلعہ کا غرور خود بخود جلنے لگا ۲۷۳

قید خانہ بھی آپ کو پابند نہ کر سکا  
کیش گھوڑا آپ کا منقطع ہو گیا۔

## باب پنجم اخبر التیوم بحار العلوم

نبی کی بڑی اور راہب ۲۷۸  
جاسوس کی نشاندہی ۲۷۹  
معتد کی قید سے رہائی کا علم ۲۸۱  
دشمن تو ہماری نسل قطع کرنا چاہتا ہے ۲۸۲  
بندوں کا خطرہ ۲۸۲  
علم اصلاب و ارحام ۲۸۳  
علم ارحام ۲۸۳  
بغیر روشنائی کی تحریر کی شناخت ۲۸۳  
جج کو جاؤ پیاس کا کوئی خطرہ نہیں ۲۸۴  
مستقبل کا علم ۲۸۴  
گھوڑے کی فروخت کا حکم ۲۸۵

علم بلایا ۲۸۶  
کس نے کوئی سال چڑایا ۲۸۷  
تیری جائیداد واپس مل جائے گی ۲۸۸  
بغیر طلب خاتم بخش ۲۸۸  
قرآن کا مخلوق خدا ہونا ۲۸۹  
ٹوپی، وسیلہ امامت ۲۸۹  
دعا، وسیلہ امامت ۲۹۰  
علم مافی الضمیر ۲۹۰  
علم الانساب ۲۹۳  
علم مستقبل ۲۹۵  
معتز کی معزولی ۲۹۵  
مستعجب کہ گرفتاری بعد از ۲۹۶

مہتری کی مدت عمر کا خاتمہ  
مہتری کے قتل کی پیش گوئی

تین دن کے بعد خوشخبری کی اطلاع  
گمشدہ غلام کی نشاندہی

علم منایا ۲۷۸  
اللہ فضل پر رحم کرے ۲۷۹  
مستقبل کا علم ۲۸۱  
مشکوٰۃ سے مراد ۲۸۲  
کنیز کی موت کا علم ۲۸۲  
عروہ بن یحییٰ کے لیے بددعا ۲۸۳  
زبیری کے لیے بددعا ۲۸۳  
ابن ہلال سے برائت کا اعلان ۲۸۳  
باب ششم  
تفسیر آیات قرآنی و اقوال زریں ۲۸۴

اپنے کام سے کام رکھو ۳۰۸  
واقعیوں سے ترک مولات کرو ۳۰۹  
انگلی کے اشارے سے ہدایت ۳۰۹  
ایک دوستدار کو دعاء کی تعلیم ۳۱۰  
حزب اللہ کا شمار ۳۱۰  
فقر سے گناہ معاف ہوتے ہیں ۳۱۱  
شرک خفی ۳۱۱  
حکم تقیت ۳۱۲  
جائز نفع ۳۱۲  
تعوذ برائے نوبی نجات ۳۱۲  
تم لوگ بہت کرو دشمن کیلئے کافی ہو ۳۱۳  
لوگوں کے تین طبقے ۳۱۳  
من کنت مولاه کا مطلب ۳۱۵

## ① = جائے سکونت

صاحب معانی الاخبار بیان کرتے ہیں کہ اپنے مشائخ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ سرمن رائے کا وہ محلہ جس میں حضرت امام علی النقی نے اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سکونت پذیر تھے اس کا نام مسکرم تھا اس لیے دونوں ہر ایک عسکری (عسکر کے رہنے والے) کہتے ہیں۔ (معانی الاخبار ص ۶۵)

## ② = اسم گرامی

حضرت امام ابو الحسن ثالث علی بن محمد النقی علیہ السلام حضرت امام محمد بن علی النقی الجواد علیہ السلام (امام نهم) کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی روایت سے زیادہ پاک و طیب، لہجہ سب سے زیادہ نرم و خوشگوار، قریب سے دیکھو نہایت عسین و جمیل، دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ کامل۔ خاموش رہیں تو چہرے پر رعب و جلال اور عز و وقار نمایاں، گفتگو فرمائیں تو گل افشانی کے ساتھ فصاحت و بلاغت میں اپنے جگہ کی مثال۔ آپ خاندان نبوت کے ایک فرزند مغرور، خلافت و وصایت کے لیے جانے قرار۔ شجرہ طیبہ محمدیہ کے ایک پسندیدہ شاخ اور بار آور درخت کے ایک چیدہ اور پسندیدہ ثمر تھے۔

## ③ = والدہ محترمہ

آپ کی والدہ گرامی قدیم ولد تھیں جن کا نام نامی سمانہ مغربہ تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ستیدہ ام الفضل کے نام سے مشہور تھیں۔

## ④ = تاریخ ولادت

آپ ۱۵ رزی الحجۃ ۲۱۳ھ میں مدینہ سے متصل ایک مقام صریا میں تولد ہوئے۔ مگر ابن عیاش کے قول کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۵ رجب ۲۱۳ھ ہے۔

• حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام کی ولادت مدینہ کے قریب مقام صریا ۱۵ رزی الحجۃ ۲۱۳ھ کو ہوئی۔ اور وفات مقام سرمن رائے میں ماہ رجب ۲۴۰ھ میں ہوئی وقت وفات آپ کا سن اکتالیس سال کا تھا۔

• متوکل نے یحییٰ بن سرخسہ بن امین کو بھیج کر آپ کو مدینہ سے سرمن رائے بلایا۔ حضرت ابی دفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی ذمت امامت تینیس سال ہے۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کو سمانہ کہہ کر پکارا جاتا۔ (ارشاد ص ۳۲)

• کتاب اعلام الوری میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام مقام صریا میں جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جسے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے آباد کیا تھا وہاں ۱۵ رزی الحجۃ ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔

• ابن عیاش کی روایت کے مطابق ۵ رجب روز شنبہ سنہ مذکور میں تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ تھا۔

• آپ کے القاب نقی، قائم، فقیہ، امین اور طیب تھے آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ (اعلام الوری ص ۲۲)

• شیخ کفعمی نے اپنی کتب مصباح میں تحریر کیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن محمد ابن علی عسکری علیہ السلام ۲۲ رزی الحجۃ کو تولد ہوئے۔

• ابن عیاش کا قول ہے کہ میرے گھر والوں کو شیخ کبیر ابوالقاسم کے ہاتھ کی گھسی ہوئی یہ دعا ملی: پروردگار! میں تجھ سے ان دو مولودین کے واسطے سے دعا کرتا ہوں جو ماہ رجب میں تولد ہوئے ایک محمد بن علی (امام محمد نقی) اور دوسرے ان کے فرزند علی بن محمد (امام علی نقی)۔

• ابن عیاش کا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی النقی علیہ السلام) ۲ رجب کو تولد ہوئے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ۵ رجب کو تولد ہوئے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ اگرچہ اس کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری (امام علی النقی علیہ السلام) ۱۳ رجب روز شنبہ ۲۱۳ھ کو تولد ہوئے۔

• کافی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام ماہ ذی الحجۃ ۲۱۳ھ میں تولد ہوئے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ماہ رجب ۲۱۳ھ میں تولد ہوئے آپ کی والدہ ام ولد تھیں، جن کا اسم گرامی سمانہ تھا۔ (کافی جلد ۱ ص ۴۹)

• قرین طہرائی کتاب کشف الغتہ میں تحریر کرتے ہیں: آپ کی ولادت ماہ رجب ۲۱۳ھ میں ہوئی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ مغربہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دو سرائی تھیں۔

• قرین طہرائی کتاب کشف الغتہ میں تحریر کرتے ہیں: آپ کی ولادت ماہ رجب ۲۱۳ھ میں ہوئی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ مغربہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دو سرائی تھیں۔

آپ کا اسم گرامی علی ہے۔ آپ کے القاب ناصح، متوکل، مفقح، مرتقی ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور متوکل ہے، مگر اس لقب کو آپ چھپاتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے کہ اس لقب سے یاد نہ کیا کریں، کیونکہ یہی خلیفہ وقت کا بھی لقب ہے۔ آپ کی وفات ۲۵ جمادی الاخریٰ ۲۵۲ھ کو معتر کے دور خلافت میں ہوئی۔ اس طرح آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ اپنے والد کے ساتھ آپ نے چھ سال پانچ ماہ اور والد کی وفات کے بعد تیس سال کچھ جینے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال عمر آپ کی قبر مبارک ستر من رائے میں ہے۔ (کشف الغم جلد ۳ ص ۲۲۲)

حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپ کا سن ولادت ۲۲۲ھ اور سن ۲۵۲ھ مر ہے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ آپ کی قبر مبارک ستر من ہے۔ منتصر کے عہد میں آپ وہاں دفن ہوئے۔

آپ کا لقب بادی اور آپ کی والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۵ رزی الحج ۲۲۲ھ کو مدینہ میں تولد ہوئے اور پھر میر ستر من رائے کے اندر وفات پائی۔ وقت وفات آپ کی عمر اکتالیس سال چند ماہ آپ کی قبر ستر من رائے میں خود اپنے ہی گھر کے اندر ہے۔

ابن خشاب کا قول ہے کہ حضرت ابوالحسن سکری علی بن محمد (امام علی نقی) کا وجب ۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ صرف چھ سال پایا ماہ رہے اور ۲۵ جمادی الاخریٰ روز دوشنبہ ۲۵۲ھ میں وفات فرمائی یعنی اپنے کے بعد تیس سال اور کچھ دن کم سات ماہ زندہ رہے۔ آپ کی قبر ستر من رائے میں ہے۔ والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے مگر انھیں منفرستہ مغربہ بھی کہا جاتا تھا۔

آپ کے القاب نفی، ناصح، مرتضیٰ اور متوکل ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ (کشف الغم جلد ۳ ص ۲۲۲)

ابراہیم بن ہاشم قتی سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام کا وفات دوشنبہ ۲۵ رجب ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

ابن عیاش کا بیان ہے کہ سیدنا ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات ۲۵ رجب ۲۵۲ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ (مصباح کفھی)

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی وفات ماہ رجب ۲۵۲ھ میں ہوئی اور ستر من رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ آپ اپنے والد امیر اپنے فرزند ابوالحسن سکری

آپ کے بعد امام ہوئے حسین، محمد، اور جعفر کو چھوڑا۔ ایک دختر عائشہ تھیں، اور آپ کا قیام ستر من رائے میں وفات تک دس سال چند ماہ رہا۔ (ارشاد ص ۳۱۳-۳۱۴)

## ⑤ = نقش خاتم

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا یوم ولادت ۱۵ رزی الحج روز شنبہ ۲۲۲ھ ہے۔

فصول الہدیٰ میں تحریر ہے کہ آپ کا رنگ گندمی تھا اور آپ کا نقش خاتم: "اللہ ساری وهو عصمتی من خلقہ" تھا۔

مصباح کفھی میں ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی تاریخ ولادت یوم جمعہ ۱۵ رجب، بعض کہتے ہیں کہ ۵ رجب ۲۲۲ھ ہے۔ آپ کی ولادت عہد یامون میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے۔ آپ کا نقش خاتم:

"حفظاً لعہود من اخلاق المعبود" تھا۔

آپ کی پانچ اولادیں تھیں۔ آپ کی تاریخ وفات ۳ رجب روز دوشنبہ ۲۵۲ھ ہے۔ آپ کو معتر نے زہر دیا۔ آپ کے دربان کا نام عثمان بن سعید ہے۔

## ⑥ = تاریخ وفات جائے دفن اور خلفائے وقت

حضرت امام علی نقی نے ستر من رائے میں ماہ رجب ۲۵۲ھ میں وفات پائی، اس وقت آپ کا سن اکتالیس سال چند ماہ کا تھا۔ متوکل نے آپ کو کبھی بن ہرثمہ کے ہمراہ مدینہ سے ستر من رائے بلوایا، پھر آپ اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی مدت امامت ۳۳ سال تھی، آپ کے دور امامت میں معتمد کا بقیعہ عہد خلافت رہا، پھر اس کے بیٹے منتصر نے چند ماہ خلافت کی، پھر مستعین یعنی احمد بن محمد بن معتمد نے دو سال نو ماہ خلافت سنبھالی، پھر معتر یعنی زبیر بن متوکل کی آٹھ سال چند ماہ کی خلافت کا زمانہ تھا اور اسی کے آخری عہد میں اللہ کے ولی حضرت علی بن محمد علیہ السلام نے شہادت پائی اور ستر من رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے، اور ستر من رائے میں آپ کا قیام وقت وفات تک بیس سال چند ماہ رہا۔ (اعلام الوہی ص ۳۲۹)

مروج الذهب مسعودی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کے وفات معتر اللہ کے عہد خلافت میں دوشنبہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۲۵۲ھ کو ہوئی۔ وہ اسی وقت ابوعمر



چالیس سال تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اُس وقت پچاس سال کے تھے۔ بعض لوگ اس سے کم عمر بھی بتاتے ہیں۔ میں نے ایک حبشی کنیز کو آپ کے جنازے پر یہ بین کہتے ہوئے سنا کہ ”مائے دوشنبہ کے دن ہم لوگوں پر یہ کسی مصیبت نازل ہوئی۔ احمد بن متوکل نے شاعر علی بن آپ کی ناز جنازہ پڑھائی۔ آپ وہیں ساغرہ میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔“

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۲ھ کو وفات پائی۔ وقت آپ کا سن اکتالیس سال چھ ماہ ۱۰ اور چار روز و دو گھنٹے چالیس سال تھا۔ متوکل یحییٰ بن ہریرہ کے قندیلے سے آپ کو مدینہ سے نکالا اور ستر من رے میں بلایا اور وہیں آپ نے فرمایا ”اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔“ (الکافی جلد ۱ صفحہ ۲۱۹)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ستر من رے میں ۳۲ رجب بوقت دوپہر ۲۵۲ھ کو وفات پائی۔ اُس وقت آپ کا سن اکتالیس سال سات ماہ کا تھا۔ آپ کی مدت امام حسین علیہ السلام سے ۳۳ سال ہے اور ستر من رے میں قیام کی مدت وقت وفات تک بیس سال چھ ماہ ہے۔ (روضۃ الواعظین)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی ولادہ گڑی کا نام سمانہ تھا۔ آپ مدینہ منورہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور ستر من رے میں دوشنبہ ۳ رجب ۲۵۲ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (کتاب الدعوس)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام معتز کے آخری دو خلافت میں زہر سے شہید ہو گئے۔ ابن بابویہ کا قول ہے کہ آپ کو معتز نے زہر دیا۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۱۰۰)

• آپ کے وفات پر حدیث ہے: کتاب المقضب میں ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابو الحسن ثالث کی وفات پر اسماعیل بن صالح صیری نے آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اس طرح تعزیت پیش کی:

”زمین خون کے مارے زلزلے میں آگئی اور اُس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں اُگل دیں۔“

اپنے آسمان کے دس ستارے غروب ہو گئے ہیں اب گیارہواں ستارہ طلوع ہوا ہے جس کا نام ابو محمد حسن ہادی ہے۔

ان کے بعد امید ہے کہ ایک ایسا ستارہ طلوع ہوگا جو بہت جلد ہی غروب ہوگا۔ وہ دو طویل غیبت اختیار کرے گا۔

اللہ کو یہ منظور ہوگا کہ اس پر کوئی تعادول کرے۔

# بَحَارُ الْاُخْوَارِ



## باب



امامت کے لیے اقوال

و

نصوصِ امام علیہ السلام

## ① = آپ کی امامت پر قوم کا اجماع

ابن قیویہ نے کئی سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام (امام محمد تقی علیہ السلام) کی دیوڑھی پر ملازم تھا اور خدمات انجام دیتا تھا، اور احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری روزانہ ہر رات کے بعد صبح کے وقت آیا کرتے تھے تاکہ معلوم کریں کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے مرض کا کیا حال ہے۔ فرستادہ امام محمد تقی علیہ السلام جو خیرانی اور امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کے درمیان رابطہ کا کام کرتا، جب کبھی آتا تو احمد بن محمد اسے کہتے تھے کہ اُسے تخلیہ کا موقع ملے۔ خیرانی کا بیان ہے کہ ایک شب وہ فرستادہ آیا، احمد بن محمد وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے اور فرستادہ کو تخلیہ کا موقع دیا لیکن احمد بن محمد گھوم پھر کر واپس آکر ایک ایسے مقام پر کھڑے ہوئے جہاں سے اُن دونوں کی گفتگو سن سکیں۔

فرستادہ نے کہا، تمہارے آقا نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اب رخصت ہو کر اپنے مالک کی یا گاہ میں جا رہا ہوں لہذا تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ عہدہ امامت میرے بعد میرے فرزند علی (التقی) کے لیے ہے۔ اُن کے لیے تم لوگوں پر وہی فرض ہے جو میرے والدین کو اُن کے بعد میرے لیے تم سب پر عائد ہوا تھا۔

یہ پیغام دے کر فرستادہ کوچلا گیا۔ اور احمد بن محمد واپس آئے اور کہنے لگے اے خیرانی! اس فرستادہ نے تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا، سب خیریت ہے۔

انہوں نے کہا، مجھ سے یہ چھپاؤ، جو کچھ اُس نے تم سے کہا ہے میں نے سن لیا ہے۔ یہ کہہ کر جو کچھ احمد بن محمد نے سنا تھا مجھ سے بیان کیا۔

میں نے کہا، یہ تم نے حرام اور ناجائز کام کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم کو سزا دی جائے۔ (روایت دیگر ہے کہ اس وقت احمد بن محمد نے فرستادہ کو سزا دی تھی۔)

اجما اب اگر تم نے سن ہی لیا ہے تو یاد رکھنا، وقت ضرورت اس کی گواہی بھی دینی ہوگی، مگر وقت سے پہلے اس کا اظہار کسی سے نہ کرنا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اس مضمون کے دس خط لکھے ان پر اپنی مہر لگائی اور اپنے معتد و معتد اصحاب کو ایک ایک خط دیدیا اور کہہ دیا کہ اس کو محفوظ رکھو، اگر ملنے سے پہلے مجھے موت آجائے تو اس کو کھول کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔

جب حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے وفات پائی میں اپنے گھر سے اسی وقت باہر نکلا، معلوم ہوا کہ رؤساء قوم محمد بن فرج کے گھر جمع ہیں اور امامت کے عہدہ پر بیٹھ چکے ہیں۔ مجھے محمد بن فرج نے خط لکھ کر مطلع کیا کہ قوم کے مقتدر حضرات میرے مکان پر جمع ہیں اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بات مشہور ہو جائے گی تو ہم سب لوگ آپ کے گھر خود آتے اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ خود ہی اپنی سواری لے کر میرے گھر آجائیں۔

یہ خط ملا تو میں سواری پر وہاں پہنچا اُن لوگوں سے گفتگو کی اور اُن کی رائے سنی تو میں نے دیکھا کہ اُن میں سے اکثر شک میں مبتلا ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہیں میں نے رقعہ لکھ کر دیے تھے، چنانچہ میں نے اُن سے کہا کہ اب تم لوگ میرے رقعہ نکال لاؤ۔ وہ لوگ رقعہ نکال لائے۔

میں نے کہا، اسی کا مجھے حکم دیا گیا تھا، اب تم ان رقعہ کو سب کے سامنے پڑھ کر سننا دو۔

انہوں نے رقعہ کو پڑھا تو سب نے کہا کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی اس کی گواہی دے تو بہتر ہوگا کیونکہ یہ تو صرف آپ ہی کی تحریر اور آپ ہی کا بیان ہے۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے از خود دوسری گواہی کا بھی انتظام فرمادیا ہے۔ دیکھو یہ ابو جعفر اشعری بیٹے ہوئے ہیں جنہوں نے اُس فرستادہ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے۔

انہوں نے ابو جعفر اشعری سے پوچھا۔ انہوں نے گواہی دینے میں لوثفت کیا۔ میں نے کہا، اے ابو جعفر اشعری! آؤ اس بات پر مبالغہ نہ کریں۔

یہ سن کر وہ خوفزدہ ہوئے اور جلدی اقرار کر لیا کہ ہاں میں نے بھی سنا تھا، مگر میں چاہتا تھا کہ یہ عہدہ اہل عرب میں سے کسی اور کو ملے، مگر مبالغہ کا سامنا ہے تبھر کتمان شہادت کی اب کوئی راہ نہیں ہے۔

پھر جب تک حضرت ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہ کر لیا، اُس وقت تک ازواج و اولاد میں سے کسی کو بھی امامت کی گواہی نہیں دی گئی۔

واضح ہو کہ آپ کی امامت پر نص کے سلسلہ میں روایات کا ایک طویل سلسلہ ہے  
اگر ہم اس کی تفصیل پیش کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔ تمام قوم کا آپ کی امامت پر اتفاق  
نیز ان کے مقابلہ میں اس وقت کسی اور کا دعویٰ امامت نہ کرنا یہ بھی آپ کی امامت کا ایک بڑا  
ثبوت ہے پھر اجماع کے بعد آپ کی امامت پر جو نصوص کی روایات ہیں ان کو تفصیل سے پیش  
کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ (اعلام الوری، ارشاد)

## (۲) = حضرت امام محمد تقیؑ کی نص

صقر بن دلف سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر امام محمد بن علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: میرے بعد میرا فرزند  
میرا جانشین اور امام ہوگا۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول ہے۔ اور علی کے بعد اس کا  
فرزند حسن امام ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۵)

## (۳) = حضرت امام محمد تقیؑ کا قول ابو الحسن مجھے مشابہ ہے

عبد بن المعجزات سے روایت ہے کہ حمیری نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے: احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میرے  
باپ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام مدینہ سے عراق جاتے تھے  
آپ نے حضرت ابو الحسن علی النقی علیہ السلام کو اپنی گود میں بٹھایا۔ ان کی امامت کے لیے نص فرمایا  
پھر لو چھا، تمہارے لیے عراق کا کونسا تختہ ہونا چاہیے؟  
آپ نے فرمایا: ایک مخ شمر بار۔

پھر اپنے صاحبزادے موسیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: تمہارے لیے کیا تختہ ہونا چاہیے؟  
انھوں نے کہا: ایک گھوڑا۔  
آپ نے فرمایا: ابو الحسن علی النقی مجھ سے مشابہ ہے اور موسیٰ اپنی ماں سے مشابہ ہے۔  
اسامیل بن جہان سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو جعفر زہریلی مرتبہ مدینہ سے بغداد جاتے  
تھے تو آپ کی دعا کی کہتے تھے: عرض کیا کہ میری جان آپ پر نثار میں اس سفر میں آپ کے لیے کچھ ضرور  
حکموں کا رد ہوا ہے، یہ فرمائیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میرے لیے کوئی خطہ نہیں ہے۔  
پھر جہنم نے آپ کو طلب کیا، میں نے پھر عرض کیا: جہنم تو قرآن، اس قرآن ہے آپ کے بعد امام  
کون ہوگا؟ اس پر آپ نے فرمایا: اللہ کا۔ سو اس کے بعد میرا فرزند علی امام ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۵)

# بخار الاخبار



## باب



آپ کے متعلق اخبار  
اور  
معجزات

## ① = ملکیت امام ؟

عاجب عکس سے روایت ہے۔

کہ میں نے ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپ کے پاس لائی جاتی ہے اس کے لیے یہی کہا جاتا ہے کہ یہ چیز حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے پاس ہے، پھر میں کیا کروں ؟

آپ نے فرمایا، جو چیز بحیثیت ہم امام کے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے پاس ہے وہ کتاب خدا اور سنت رسول کی بناء پر ہے۔  
(کافی جلد ۱ ص ۱۰۰)

## ② = ایک معجزہ

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ

ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا، تو آپ نے مجھ سے ہندی میں گفتگو کرنے لگا۔ آپ کے سامنے کچھ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان سے گفتگو کرنا شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا: کنکری اٹھاؤ، منہ میں ڈالو اور میری طرف پھینک کر فرمایا:

اے ابوالہاشم! اس کو چوسو۔

میں نے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا، کچھ دیر اس کو چوستا رہا، اس کے بعد آپ کے پاس سے اٹھا تو میں تہتر ۲۲ زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا، جن میں ہندی زبان بھی شامل تھی۔  
(فتاویٰ الزکاء والبراء ص ۱۰۰)

علی بن حبشی بن قتی نے جعفر سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

## ③ = سنگریزوں کا سرخ سونے میں تبدیل ہونا

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام کے پاس گیا، تو آپ نے فرمایا: میں نے ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپ کے پاس لائی جاتی ہے اس کے لیے یہی کہا جاتا ہے کہ یہ چیز حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے پاس ہے، پھر میں کیا کروں ؟

بالمسکری کو خوش آمدید کہنے گیا۔ جب اس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو میں نے آپ کے بیٹھے کے لیے زین پوش ڈال دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ میں بھی آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ دوران گفتگو میں نے آپ سے اپنی سنگریستی اور بد حالی کی شکایت کی۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور جن سنگریزوں کے قریب آپ فشر لین فرماتے ان میں سے ایک مٹی بھر کر مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا: تو! یہ تمہارے لیے کافی ہے مگر جو کچھ دیکھا ہے اسے کسی سے بیان نہ کرنا۔ جب ہم وہاں سے واپس آ گئے تو دیکھا کہ ان سنگریزوں میں چمک ہے، اور ان کا رنگ تبدیل ہو کر سرخ سونے کی طرح ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک سنار کو بلایا اور کہا: ذرا ان کو پرکھ کر بتاؤ، یہ کیا ہے۔

اس نے کہا: یہ تو بہترین سونا ہے اس سے بہتر سونا تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ یہ تو سنگریزوں کی شکل میں ہے، یہ کہاں سے مل گیا ؟ یہ تو حیرت کی بات ہے۔ میں نے کہا: یہ میرے پاس زمانہ قدیم کا تحفہ ہے۔ (فتاویٰ الزکاء والبراء ص ۱۰۰)

## ④ = ہونے امام کا احترام کس طرح کیا ؟

سیدہ کاتبہ جو مہر مین رنے کے واقعہ نگاری پر مامور تھا، کا بیان ہے کہ متوکل اپنی سواری پر جامع مسجد جلیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ چھ خطیبوں کی تعداد بھی ہوتی تھی۔ ان ہی میں عباس بن محمد کی اولاد کا ایک شخص بھی جاتا تھا، جس کا لقب ہرلیسہ تھا جس کی متوکل بہت تحقیر کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو متوکل نے ہرلیسہ کو خطبہ دینے کا حکم دیا۔ ہرلیسہ نے منبر پر جا کر سب سے عمدہ خطبہ دیا، مگر قبل اس کے کہ وہ منبر سے اترے، متوکل خود نماز پڑھنے کے لیے منبر پر پہنچ گیا۔

یہ دیکھ کر ہرلیسہ منبر سے اتر آیا اور آگے بڑھ کر پیچھے سے اس کا گلہ پکڑ لیا اور بولا: اے امیر المومنین! تمہیں معلوم نہیں کہ جو جمعہ کا خطبہ پڑھتا ہے وہی جمعہ کی نماز میں پڑھتا ہے ؟ یہ سن کر متوکل بولا: میں نے تو چاہا تھا کہ تمہیں شرمندہ کروں، مگر تم نے تو مجھ ہی کو شرمندہ کر دیا۔

ایک مرتبہ آل محمد کے دشمنوں میں سے ایک شخص نے متوکل سے کہا: اے امیر المومنین! آپ علی بن محمد (امام علی نقی علیہ السلام) کے ساتھ جتنے احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اتنا کوئی پیش نہیں آتا۔ آپ کے گھر کا ہر فرد ان کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب وہ آتے ہیں تو کوئی بڑھ کر ان کے لیے دروازہ کھولتا ہے، کوئی بڑھ کر دروازے کا پتھر

اٹھاتا ہے اور یہ ایسا عمل ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ بھی سمجھیں گے کہ اگر خلافت کے حقیقی مستحق یہ نہ ہوتے تو ہر کوئی اتنا احترام نہ کیا جاتا۔

لہذا، متوکل کے خادموں نے یہ طے کر لیا کہ اب ان کے لیے دروازے کا پردہ کھول دیا جائے گا، یہ کام وہ خود ہی کریں گے جس طرح دیگر افرادِ خاندان وغیرہ گھر میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح علی بن محمد (امام علی النقی علیہ السلام) بھی داخل ہوں۔

ادھر متوکل کا یہ حکم تھا کہ ہمیں ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ کی بھی خبر دی جائے۔ لہذا اسمیہ واقعہ نگار نے لکھا کہ جب علی بن محمد (امام علی النقی علیہ السلام) تشریف لائے تو کسی خادم نے پردہ کے دروازے کا پردہ نہیں اٹھایا، معاً ایک تیز جھونکا تھا جس نے آپ کا استقبال کیا اور پردہ اٹھا دیا، آپ اندر داخل ہو گئے۔

جب متوکل کو بتایا گیا تو اس نے کہا کہ جب وہ باہر جانے لگے تو کیا ہوا؟ واقعہ نگار نے لکھا کہ آپ باہر نکلنے لگے تو پہلی سڑک کے مخالف ایک ہوا کا چھوٹا آیا اور اس نے پردہ اٹھا دیا، آپ باہر چلے گئے۔

متوکل نے کہا، ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہوائی کے استقبال میں پردہ اٹھایا کرے اس سے تو ان کی فضیلت لوگوں پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ لہذا تم لوگ خود پردہ اٹھا کر دو۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

## ⑤ = اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

صالح بن سعید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، یہ سب لوگ ہر طرح یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو پریشان کریں اور اللہ کے نور کو دھپ کو بجھا دیں یا گھٹا دیں۔ یعنی آپ کو فیروں کی صورت میں ٹھہرایا ہے تاکہ آپ کی بیعت ہو کر رہے۔

آپ نے فرمایا، اے ابن سعید! امت افسوس کرو، دیکھو تمہیں جاری مصروف نہیں ہے یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور فرمایا، ذرا ادھر تو دیکھو! اب جو میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ہر طرف سرسبز باغات ہیں ان میں معطر حوریں ہیں، موتیوں کی طرح بڑا آب و تاب، غلام ہیں، بڑیاں چھپا رہی ہیں، بہن چوڑی بھر رہی ہیں، ہر طرف چاندی ہے، یہ سب کچھ میرے لیے ہے، اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے۔

• کلینی نے بھی حسین سے یہی روایت کی ہے۔ (اعلام الوری ص ۳۳۸، کافی ج ۱ ص ۴۹۹)  
• محمد بن یحییٰ نے بھی صالح بن سعید سے یہی روایت کی ہے۔ (عیار اللہ ج ۱ ص ۴۹۹)

## ⑥ = ایک مبروص کی صحتیابی

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ: مَرمَرِ رُی کے ایک شخص کے جسم پر سفید داغ نمودار ہو گئے اور اس کی زندگی کا لطف جاتا رہا ایک دن وہ ابوعلی فہری کے پاس بیٹھا ہوا اپنا دکھ درد بیان کر رہا تھا: اُس نے کہا، تم اگر حضرت ابوالحسن علی بن محمد کی خدمت میں جاؤ اور ان سے دعا کے لیے التجا کرو تو نسیب ہے کہ یہ بیمار امراض دور ہو جائے۔

چنانچہ ایک دن جب امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر سے واپس تشریف لارہے تھے، وہ شخص سر راہ بیٹھ گیا۔ جب اس نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو اٹھا اور چاہا کہ آپ کے قریب پہنچ جائے، آپ نے دور سے کہا:

”قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا، قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا۔ قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا۔“

یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔ وہ شخص دور ہٹ گیا، اور اے قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُس نے واپس آکر فہری کو سارا واقعہ سنایا۔

اُس نے کہا، یہ تو انھوں نے تمہاری التجا سے پہلے ہی دعا فرمادی۔ اب جاؤ انشاء اللہ تم صحتیاب ہو جاؤ گے۔ وہ شخص یہ گفتگو کر کے اپنے گھر واپس آیا اور سو گیا جب صبح کو سیدار ہوا تو اس کے جسم پر برص کا نشان تک باقی رہا۔ (الخروج والرجوع)

## ⑦ = ایک ہندی شعبہ باز کی ہلاکت

ابوالقاسم بن ابی القاسم بغدادی نے زرارہ (حاجب متوکل) سے روایت ہے کہ ہند سے ایک بے مثل و ماہر شعبہ متوکل کے دربار میں آیا۔ وہ چیزوں کے غائب کر دینے کا کرب دکھاتا تھا۔ متوکل بھی اسی قسم کے لغویات کا بڑا شائق تھا۔ اُس نے سوچا کہ اس کے ذریعے سے علی بن محمد علیہ السلام کو خجل کرایا جائے۔

چنانچہ اس نے شعبہ باز سے کہا، اگر تم اپنے شعبہ کے ذریعے سے علی بن محمد

کو نکل کر دو قسمیں تھیں ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔  
اُس نے کہا: بہتر ہے لیکن آپ حکم دیجیے کہ بہت باریک باریک  
پکائی جائیں، انھیں دسرخوان پر رکھ دیجیے، اور مجھے اور علی بن محمد بن رضا کو دسرخوان  
دیجیے، پھر آپ تماشہ دیکھیے۔

متوکل نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ کو بلایا۔ آپ کے پہلو میں ایک تیر  
پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور وہ شعبہ باز اس تیکے کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ جب  
علی النقی علیہ السلام نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شعبہ باز نے وہ روٹی اُڑا دی۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے قہقہہ لگایا۔ حضرت علی النقی بن محمد قتی علیہ السلام  
اُگیا، آپ نے اس تیکے پر جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، ہاتھ مار کر حکم دیا: اے شیر  
ہے، اس شعبہ باز کو نکل لے۔

وہ شیر کی تصویر جیتیم ہو گئی اور شعبہ باز پر تیزی سے جھپٹ پڑی اور  
شعبہ باز کو چٹ کر گئی اور اپنی اصلی صورت پر آگئی۔  
لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت علی النقی بن محمد قتی علیہ السلام  
واپس جانے لگے۔

متوکل نے آپ سے یہ درخواست کی کہ اس شعبہ باز کو واپس  
آپ نے فرمایا: نہیں، اب تم اس کو کسی نہ پاسکو گے۔ تم دشمنان  
کے دوستوں پر غالب کرنا چاہتے ہو۔  
یہ کہہ کر آپ وہاں سے واپس چلے آئے۔ (مختار الخزانہ)

## ۸ = ایک اور معجزہ

داؤد بن قاسم جعفری کا بیان ہے کہ میں  
میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، حج کا ارادہ تھا،  
سے بھی رخصت ہو لوں۔ جب میں آپ سے رخصت ہونے لگا تو آپ بھی میرے  
جب آخر حاجر پر پہنچے تو آپ سواری سے اتر پڑے، میں بھی اتر گیا۔  
آپ نے اپنے ہاتھ سے زمین پر ایک دائرہ ناخط کھینچا اور مجھے  
چچا اس دائرے میں سے جو کچھ آپ نے پس دیا آپ کے سفر حج کے

میں کام آئے گا۔

میں نے جب اُس دائرے میں ہاتھ مارا تو سونے کا ایک ٹکڑا نکلا جس کا وزن  
دوسو مثقال تھا۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

## ۹ = ترکی سردار کے بچپن کا نام

بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا خلیفہ کا سردار لشکر اُدھر سے اعراب اور بدوؤں کو تلاش  
کرتا ہوا گذر رہا تھا۔

حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو جب اُس کے بارے میں علم ہوا تو آپ نے  
فرمایا: میں بھی اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔

لہذا ہم سب لوگوں آپ کے ساتھ ایک مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے کہ اتنے  
میں وہ ترکی سردار مع اپنے لشکر کے وہاں سے گذرا۔

جب وہ قریب آیا تو حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے ترکی زبان میں کچھ  
ارشاد فرمایا۔ وہ سردار اپنی سواری سے اتر آیا اور آپ کے مرکب کے ٹم کو بوسہ دیے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس ترک سردار کو حلف دیکر پوچھا: یہ بتاؤ کہ انھوں  
نے تم سے کیا کہا تھا؟

اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نبی ہیں؟  
میں نے کہا: نہیں یہ نبی تو نہیں ہیں۔

اُس نے پھر کہا: انھوں نے مجھے اُس نام سے کیسے پکارا جس نام سے مجھے میرے  
ملک میں مجھے بچپن میں پکارا جاتا تھا۔ اور آج سے پہلے میرا یہ نام کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔

(اعلام الوری ص ۲۳)

## ۱۰ = اخبار العلوم

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن فتح بن خاقان نے  
مجھ سے کہا: متوکل نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم سے کچھ مال آنے والا ہے تم اُس پر نگاہ رکھو۔  
جب آئے تو مجھے اطلاع دو، اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ مال کس طریقہ سے آیا ہے تاکہ میں اسے ضبط  
کر لوں۔

میں نے کہ میں امام علی النقی بن محمد قتی علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔



آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اے ابو موسیٰ! جو اللہ کے گاہبتر بن کرے گا، مال آج رات کو اُسے گا، تم میرے پاس سو رہو۔

جب رات کافی ہو چکی تو آپ عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے سلام پڑھ کر مجھ سے فرمایا: سنو! ایک شخص مال لیکر آ گیا ہے اور میں نے خادم کو منج کر دیا ہے کہ وہ مال نہ وصول کرے۔ اب تم جاؤ اور اُس سے مال وصول کر لو۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ اس شخص کے پاس ایک زنبیل ہے اور اس میں کچھ سامان ہے میں نے وہ زنبیل اس سے لے لیا اور سیدھا آپ کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا: اس سے جا کر کہو کہ وہ جبہ بھی تو دے جس کے متعلق قیہ نے کہا کہ وہ اُس کی دادی رکھ گئی تھیں۔

میں اس کے پاس پھر گیا اور اس نے وہ جبہ دیا، میں اُس جے کو لیکر آیا۔ آپ نے فرمایا: اُس سے جا کر کہو: یہ وہ جبہ نہیں ہے، تم نے بدل کر دیا۔

دیدیا ہے ہیں تو وہی جبہ چاہیے۔ میں نے جا کر اُس سے کہا: اُس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: ہاں، میری بیٹی کو وہ جبہ پسند آیا۔

اس لیے اُس نے وہ جبہ رکھ لیا اور یہ جبہ دیدیا ٹھہرو میں ابھی جا کر وہ جبہ لاتا ہوں۔ میں نے واپس آ کر آپ سے سب کچھ عرض کر دیا۔

آپ نے فرمایا: اُس سے کہو کہ وہ جبہ تو میرے کاندھے پر ہے۔ میں نے اُس سے جا کر کہا: اور وہ جبہ اُس کے کاندھے سے اُٹاؤ۔ اُس نے کہا: ایک تو مجھے اُن کی امامت میں شک ہی تھا، لیکن اب مجھے یقین ہے کہ آپ ہی امام ہیں۔

(امام شیخ مفید) مناقب میں بھی فتح سے اسی کے مثل روایت ہے مناقب جلد ۲ ص ۱۳۲

## ⑪ = ایک ظالم حاکم سے نجات دلانا

منعوری نے اپنے والد کے چچا سے کہا ہے اور انھوں نے یہ حدیث کافور سے لی ہے۔ امام علی (علیہ السلام) جس موضع میں تھے وہاں آپ کے پڑوس میں چند مختلف دست کار بھی آباد تھے اور وہ ایک قریہ اور گاؤں تھے وہیں یونس نقاش بھی تھا، وہ آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

ایک دن یونس کچھ خوفزدہ و ہراساں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مولا! میں آپ سے وصیت کرتا ہوں، میرے گھروالوں کا خیال رکھیے گا۔

آپ نے پوچھا: کیا بات ہے تم کیوں اس قدر پریشان ہو؟ اُس نے عرض کیا: اب میرے کوچ کا وقت آ گیا ہے۔

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے یونس! وہ کیسے؟ اُس نے کہا کہ موسیٰ بن بفا (ترک سردار) نے میرے پاس ایک نگینہ نقش کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ اتفاق سے لوٹ کر واپس گیا، اور کل ہی دینے کا وعدہ ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ موسیٰ بن بفا ہے، وہ مجھے یا تو ایک ہزار کوڑے لگوائے گا، یا قتل کرنے کا حکم دے گا۔

آپ نے فرمایا: غم نہ کرو، اپنے گھر جاؤ، کل جو ہوگا، وہ بہتری ہوگا۔ دوسرے دن جب صبح ہوئی تو پھر کانپتا ہوا آیا اور بولا: مولا! موسیٰ کا آدمی وہ نگینہ لینے کے لیے آ گیا ہے، اب میں اُسے کیا جواب دوں؟

آپ نے فرمایا: فکر مند نہ ہو، جاؤ انشاء اللہ بھلا ہی ہوگا۔ یونس نے کہا: مولا! میں اُس سے کیا کہوں؟

آپ مسکرائے اور فرمایا: تم جا کر تو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے، پھر جو ہوگا وہ بہتری ہوگا۔ یونس اپنے گھر گیا اور منستا ہوا واپس آیا اور بولا: موسیٰ کے آدمی نے آکر کہا کہ کینزیں آپس میں جھگڑا کر رہی ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ اُس نگینہ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دوں تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یا الہی تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میں اپنے شکر گزار بندوں میں قرار دیا۔ اے یونس! یہ بتاؤ کہ تم نے اُس سے کیا کہا؟

یونس نے کہا: میں نے اُس سے کہہ دیا ہے کہ اچھا، پھر مجھے اس کے لیے مزید وقت درکار ہوگا۔

آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک جواب دیا۔ (امام شیخ مفید)

## ⑫ = منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام

کافور خادم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی بن محمد (امام علی بنقی علیہ السلام) نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں ٹوٹا فلاں مقام پر پانی ہے بھر کر میرے وضو کے لیے رکھ دینا۔

پھر آپ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا۔ اور فرمایا: پہلے یہ کام کرو پھر پانی رکھ دینا، تاکہ جب میں نماز کے لیے وضو کرنا چاہوں تو پانی موجود ہو۔  
یہ فرما کر آپ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور میں پانی رکھنا بھول گیا سردی کی رات تھی، جب میں نے محسوس کیا کہ آپ نماز کے لیے اٹھے ہیں تو مجھے یاد آیا کہ لوٹے میں پانی میں نے رکھا ہی نہیں۔ اس لیے ڈر کے مارے کہ آپ خفا ہوں گے، میں وہاں سے دور ہٹ گیا، مگر اس کا ذکر ضرور تھا کہ آقا کو لوٹا تلاش کرنے میں زحمت ہوگی۔

اتنے میں آپ نے مجھے عقدہ میں آواز دی: میں نے دل میں کہا: انا لله! اب میں آپ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا، سوئے اس کے کہ یہ کہہ دوں کہ میں بھول گیا، اور بغیر سائے گئے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہذا اگر دن جھکائے ہوئے سامنے گیا۔

آپ نے فرمایا: تجھ پروائے ہونے پر میرا دستور معلوم نہیں کہ میں ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں، پھر تو نے گرم پانی لوٹے میں بھر کر کیوں رکھ دیا؟

میں نے عرض کیا: آقا! میں نے نہ لوٹا رکھا اور نہ پانی۔

آپ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دم قدم پر اپنی آسانیوں سے نوازا ہے، اور شکر ہے اُس اللہ کا جس نے مجھے اپنی اطاعت کرنے والوں میں شمار کیا، اپنی کی توفیق عطا فرمائی اور میری مدد فرمائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اُس شخص سے ناراض ہوتا ہے جو اُس کی دی ہوئی آسانی قبول نہ کرے۔

(امالی شیخ ۱) - (مناقب جلد ۴ ص ۲۱۱) (مرسلہ روایت ہے)

### ⑬ — تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے

ابوالہاشم جعفری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شدید تنگدستی میں مبتلا ہوا۔ لہذا میں حضرت ابوالحسن امام علی نقیؑ کے پاس گیا۔ آپ نے مجھے حاضری کی اجازت دی۔ جب میں جا کر بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوالہاشم! (تمہیں اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہیں) تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کرو گے۔

میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی طرف متوجہ ہوا مگر سمجھ ہی نہیں آیا کہ کیا عرض کروں۔ پھر آپ ہی نے فرمایا: دیکھو! اللہ نے تمہیں ایمان کا رزق دیا، جس کی وجہ سے تم جسم پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی، اللہ نے تمہیں تندستی کی روزی دی، جس سے تم اس قابل ہو کہ

اُس کی اطاعت کرو۔ تمہیں قناعت عطا کی جس سے تم سفر پر سب محفوظ رہے۔ اے ابوالہاشم! میں نے تم سے یہ پہلے ہی کہہ دیا، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی تنگدستی کی شکایت کرنے کے لیے آئے ہو۔ جاؤ، میں نے تمہیں سودینار دیے جانے کا حکم دے دیا ہے انہیں لیلو۔ (امالی شیخ صدوق ص ۲۱۲)

### ⑭ — سُرمن رائے کے اُجر طے کی پیشگوئی

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالحسن! مجھے سُرمن رائے میں جبریہ بھیجا گیا تھا، مگر اب یہاں سے نکالا جاؤں گا تو جبریہ ہی نکالا جاؤں گا۔

میں نے عرض کیا: آقا! یہ کیوں؟

آپ نے فرمایا کہ یہاں کی ہوا صاف ستھری، پانی شیریں ہے یہاں پر انسان کم بیمار پڑتا ہے۔

پھر فرمایا، مگر یہ سُرمن رائے اُجر چاہئے گا، اور ایسا اُجر طے گا کہ یہاں مسافروں کے لیے چند سرائے اور چند دکانیں ہی باقی رہ جائیں گی، اور اس کے اُجر طے کی علامت یہ ہے کہ میری موت کے بعد میرے روئے میں عاتق تغیر ہونے لگیں گی۔ (مناقب جلد ۶ ص ۲۱۱)

### ⑮ — حق بحقدار رسید

ابوعلی بن راشد کا بیان ہے کہ امام تک پہنچانے کے لیے میرے پاس کچھ مال آیا، تو آپ کا آدمی پہنچا اور قیل اس کے کہ میں اپنے رجسٹریں دیکھ کر وہ مال اُس کے حوالے کروں، اُس نے خود ایک رجسٹر پیش کر دیا۔ میں نے گھر میں ادھر ادھر بہت تلاش کیا، مگر وہ رجسٹر مجھے نہ مل سکا، تاکہ دونوں رجسٹروں سے مقابلہ کر کے تصدیق ہو جائے، تلاشِ بے سار کے بعد مجھے وہ رجسٹر نہ دستیاب ہوا اور میں نے اُس آدمی کو کوئی نہی واپس کر دیا۔ جب آپ کا آدمی چلا گیا تو مجھے خیال آیا کہ ذرا سامان کے بندلوں میں تو دیکھوں اس میں دیکھا تو وہ رجسٹر مل گیا۔ اب میں نے دونوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ کیا تو سرسورق نہ پایا، اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا مطالبہ صحیح تھا۔ میں نے فہرست کے مطابق وہ مال آپ کو پہنچا دیا۔ (بعض السعادت ص ۲۱۱)



محمد بن فرج کا بیان ہے کہ حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ اپنے تمام معاملات سے فارغ ہو کر محتاط ہو کر محمد بن فرج کہتا ہے کہ میں نے اپنے سارے معاملات سے توفراغت حاصل کر لی مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کے اس لکھے کا مطلب کیا ہے۔  
ناگاہ ایک شاہی فرستادہ آگیا اور وہ مجھے مہر سے قید کر کے اور زنجیروں میں کرے گیا اور میری تمام اہلک ضبط کر لی۔

میں آٹھ سال تک قید خانے میں رہا۔ میں ابھی قید خانے ہی میں تھا کہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام کا ایک دوسرا خط ملا جس میں تحریر تھا کہ غری جانب قیام نہ کرنا۔ میں نے خط پڑھ کر دل میں کہا کہ آپ مجھے یہ لکھ رہے ہیں، درآئیں کہ میں ہوں کہیں قیام کرنے کا سوال ہی کیا ہے۔

پھر چند ہی دن کے بعد مجھے قید سے رہائی مل گئی۔ جب عراق واپس ہوا تو آپ کی کے مطابق بغداد میں قیام نہیں کیا، بلکہ سرمن رنے چلا گیا۔

وہاں سے میں نے آپ کو خط لکھا کہ دعا فرمائیے میری ملکیت مجھے واپس آئے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کچھ دنوں میں تمہاری ملکیت تمہیں مل جائے لیکن اگر یہ لوگ تمہیں واپس بھی نہ کریں تو پھر بھی تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

علی بن محمد نوسلی کا بیان ہے کہ محمد بن فرج جب عسکر منتقل ہوا تو اس نے کو خط لکھا کہ میری ضبط شدہ جائیداد بھی مجھے واپس ملنے کی دعا کیجیے مگر خط پہنچنے سے پہلے وہ انتقال کر گیا۔  
(ارشاد ص ۳، کافی جلد ۳)

• اعلام النوری میں بھی محمد بن فرج سے اسی کے مثل روایت ہے  
• ابوالقاسم بغدادی نے زرارہ سے روایت کی۔ ایک مرتبہ متوکل کا ارادہ ہوا کہ دن حضرت علی بن محمد بن رضا علیہ السلام پا پیادہ آئیں۔

اس کے وزیر نے اُسے سمجھایا کہ یہ آپ کے لیے برا ہوگا اور آپ بدنام ہو جائیں اُس نے کہا کہ کچھ بھی ہو یہ تو کرنا ہی ہے۔

وزیر نے کہا، اگر یہ امر انتہائی ضروری ہے تو پھر آپ حکم جاری کریں کہ سارے سردار و اشراف بھی پا پیادہ آئیں تاکہ کچھ کو یہ گمان نہ ہو کہ آپ کا یہ حکم صرف علی بن محمد بن رضا

کے لیے ہے کسی اور کے لیے نہیں۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام مجبوراً پا پیادہ چلے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا، دہلیز تک پہنچتے پہنچتے آپ پسینہ میں تر ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً بڑھ کر آپ کو ڈیوڑھی ہی میں بٹھالیا، رومال سے آپ کے چہرے کا پسینہ صاف کیا، اور عرض کیا کہ آپ کے ابن عم کا مقصد یہ تھا کہ صرف آپ کو پا پیادہ چلائے۔

آپ نے فرمایا، خاموش ہو رہو۔ "تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعَدًا غَيْرَ مَكْنُونٍ" (سورہ ہود آیت ۲۵)  
یعنی: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک اور مزے اڑاؤ یہ وعدہ (وہ) ہے جو جوڑا نہیں ہوگا۔)

زرارہ کا بیان ہے کہ میرے یہاں ایک شیعہ استاد تھا، میں اس سے اکثر مزاج کیا کرتا تھا اور اسے رافضی کہہ کر پکارا کرتا تھا۔

ایک دن جب میں اپنے گھر واپس آیا تو عشاء کا وقت ہو چکا تھا میں نے اُسے آواز دی، اے رافضی! ادھر؟ میں تجھے ایک بات سناؤں جو میں نے تیرے امام سے آج ہی سنی ہے۔ اُس نے کہا، تم نے کیا سنا ہے؟

میں نے وہ آیت جو امام علیہ السلام نے پڑھی تھی سنائی۔ معلم نے کہا، دیکھ اب میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، میری بات مان لے۔

میں نے کہا، بتا، کیا کہنا چاہتا ہے؟  
معلم نے کہا، جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اگر واقعاً حضرت امام علی النقی علیہ السلام ہی فرمایا ہے تو تو اپنے تحفظ کی فکر کر، اور اپنا مال و اسباب کہیں اور منتقل کر دے، اس لیے کہ متوکل تین دن کے بعد مر جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سن کر مجھے فزع آگیا، میں نے اُسے گالیاں سنائیں اور اپنے پاس سے نکال دیا۔ مگر تنہائی میں سوچا تو دل نے کہا۔ اس امر میں اگر احتیاطاً اپنا تحفظ کر لیا جائے تو ہرج ہی کیا ہے اگر کچھ رونا ہوا تو میں محفوظ رہوں گا اور اگر کچھ نہیں ہوا تو اس احتیاط سے میرا کوئی نقصان بھی نہیں۔

یہ سوچ کر میں نے سواری لی اور متوکل کے گھر گیا، اور وہاں جو کچھ میرا سامان رکھا ہوا تھا سب اٹھا لیا، پھر وہ اور اپنے گھر کا سارا سامان اپنے قابل اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا، صرف ایک چٹائی اپنے پیشے پر بیٹھنے کے لیے رہنے دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے میں دسترخوان بچھا دیا گیا اور چن دیا گیا۔

جعفر نے کہا، اب اس کے کھانا کھانے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ آپ کی بات جھوٹی ثابت ہو جائے گی۔

مگر بخدا، ادھر اُس نے ہاتھ دھو کر کھانے کی طرف بڑھایا، ادھر اُس کے غلام نے خبر دی کہ جلدی چلیے، آپ کی والدہ بام خانہ سے نیچے گر کر مر گئیں۔

جعفر نے کہا، خدا کی قسم، اب اس واقعے کے بعد تو میں توقع نہ کروں گا اور آپ امامت کا معترف ہو جاؤں گا۔ اور آپ ہی کے حلقہ اثر اور محبوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

(اعلام الوری ص ۲۲۶)

• مناقب میں بھی سعید بن سہیل سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۲۱۵ و ص ۲۱۶)

• مشارق الانوار میں محمد بن داؤد اور محمد بن داؤد سے روایت ہے کہ تم اور اس اطراف سے جو مال خمس، نذر، تحفے و جوہرات وغیرہ جمع ہوئے تھے وہ ہم لوگوں نے ایک اونٹ بار کیے اور انھیں اپنے آقا و سید حضرت ابوالحسن ہادی (امام علی النقی علیہ السلام) کی خدمت میں پہنچانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کا آدمی ملا۔

اُس نے کہا، اے لیکر واپس جاؤ یہ وقت ان سب چیزوں کے وصول کرنے کا ہے ہم لوگ مجبوراً تم واپس ہوئے اور ساری چیزیں احتیاط سے رکھ دیں۔ چند دنوں بعد آپ کا حکم آیا کہ میں نے تمہارے پاس ایک اونٹ بھیجا ہے اس پر سارا سامان بار کر کے راوی کا بیان ہے کہ ہم نے حکیم امام کے بموجب تمام سامان اس اونٹ پر بار کر کے خد کے سپرد کر کے وہاں پہنچا دیا۔

اس کے بعد جب ہم آپ کی زیارت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا، دیکھو! تمہارا بھیجا ہوا تمام مال ہمارے پاس بحفاظت پہنچا ہے پھر آپ نے ہمیں وہ مال دکھایا تو ہم نے پہچان کر اعتراف کر لیا کہ یہی وہ مال ہے ہم نے آپ کے فرستادہ اونٹ پر بار کیا تھا۔

• اہل نہرین کے ایک بزرگ حسن بن اسماعیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارا رشتہ دار دونوں کوئی شے لے کر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں جانے کی تیاری تھے کہ میرے گاؤں کے ایک شخص نے ایک برہہ دیا اور آپ تک پہنچانے کے لیے کچھ تحائف لے کر آیا، کہ مولا کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور دریافت کرنا کہ فلاں چڑیا جو حوازیوں میں

کے انڈوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جب ہم آپ کے بیت الشرف پر پہنچے تو سارا سامان ایک کینز کے حوالے کر دیا، اتنے میں خلیفہ وقت کا آدمی آگیا، آپ سواری پر سوار ہونے کے لیے چلے گئے۔ اور ہم واپس ہوئے۔ آپ سے کوئی مسئلہ بھی نہ پوچھ سکے۔ جب ہم لوگ شاہراہ پر پہنچے تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر ہمارے پاس پہنچے اور میرے ایک ہمسفر سے بطنی زبان میں فرمایا: اس شخص کو بھی میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ فلاں چڑیا کا انڈا نہ کھانا وہ مسوخت میں سے ہے۔

• روایت ہے کہ اہل مدائن میں سے ایک شخص نے آپ کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ: متوکل کی حکومت اب کتنے دنوں تک باقی رہے گی؟

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأْبًا  
فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ الْأَقْلِيلَ مِمَّا تَأْكُلُونَ ه ثُمَّ  
يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ الْأَقْلِيلَ  
مِمَّا تَحْصِنُونَ ه ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ  
وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ه (سورہ یوسف ۴۷-۴۸-۴۹)

ترجمہ: اسم نے کہا، (یوسف نے کہا) کہ تم لوگ سات برس تک متواتر کاشت کرتے رہو گے۔ اُس (مدت) کے دوران جو فصل تم کاٹو گے اُسے بالیوں میں ہی رہنے دینا، سوائے تھوڑی سی (فصل) کے جسے تم خود کھا سکو۔ پھر اس کے بعد سات برس بڑے سخت (قحط سال) کے آئیں گے، کہ جو کچھ ان (سالیوں) کے لیے تم نے جمع کر رکھا ہوگا، سب کھا یا جائے گا، سوائے قدرے قلیل کے جو تم (بچ کھینے) بچا سکو گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارشیں ہوں گی جس میں وہ (بجلیں) کا (رس خوب پھڑپھڑائیں گے۔)

چنانچہ پندرہویں دن کی ابتداء ہی میں متوکل قتل کر دیا گیا۔

• احمد بن محمد بن ابی الاودی کا بیان ہے کہ میں ایک مسجد جامع میں نماز ظہر ادا کرتے گیا۔ جب نماز پڑھ چکا تو دیکھا کہ حرب بن حسن طمان اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ میں ان کی طرف بڑھا، ان کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اس مجمع میں حسن بن سماعہ بھی تھا وہاں پر حسن بن علی کا تذکرہ ہوا اور یہ کہ ان پر کیا گزری۔ اس کے بعد زید بن علی کا ذکر آیا کہ ان پر کیا گزری۔ اسی مجمع میں ایک اجنبی شخص بھی تھا جسے ہم پہچانتے نہ تھے، اُس نے کہا: اے قوم! ہمارے یہاں

ایک شخص ڈرتا، کانپتا ہوا آیا اور بولا: آپ لوگوں کی محبت کے جرم میں میرا لڑکا پکڑ لیا گیا، اور آج شب اس کو فلاں پہاڑی کے اوپر لیجا کر نیچے پھینکیں گے اور جب وہ مرجائے گا تو اسی پہاڑ کے نیچے دفن کر دیں گے۔

آپ نے فرمایا، پھر تم کیا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا، وہی جو ماں باپ چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا، جا فکر نہ کر تیرا لڑکا کل واپس آ جائے گا۔

دوسرے دن صبح کے وقت اس کا لڑکا گھر واپس آ گیا۔

باپ نے پوچھا، بیٹے! تجھ پر کیا گزری؟

اس نے کہا، دشمنوں نے قبر کھود لی تھی، میرے ہاتھوں پاؤں باندھ دیئے تھے

مجھے پہاڑی کے اوپر سے پھینکنے ہی والے تھے کہ ایک طرف سے دس پاک و طیب ہستیاں نمود ہوئیں اور مجھ سے پوچھا۔

اے لڑکے! تو کیوں روتا ہے؟

میں نے ان سے تمام روراد بیان کر دی۔

انہوں نے کہا، اگر تو یہاں سے چھوٹ جائے تو روضہ نبوی پر زیارت کو جائے

میں نے عرض کیا، جی ہاں ضرور حاضری دوں گا۔

انہوں نے، اس حاجب و نگراں کو جو میرے درپے آزار تھا پکڑ کر پہاڑی سے

ایسا پھینکا کہ اس کے چپخے، چلانے کا آواز بھی کسی نے نہ سنی۔ پھر وہ لوگ مجھے آپ کے پاس

لے آئے اور وہ باہر کھڑے ہوئے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ لڑکا باپ سے رخصت ہوا اور چلا گیا۔ اس کا باپ امام علیؑ کی خدمت میں آیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ آپ اس کی بات سنتے جلتے اور مسکراتے جلتے

اور فرماتے کہ وہ لوگ وہ باتیں نہیں جانتے جنہیں ہم جانتے ہیں۔ (منقب جلد ۱۱)

کتاب دلائل حمیری میں حسن بن علی و شمار سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالمکارم

کی کنیز ام محمد جو مقام حیر میں حسن بن موسیٰ کے ساتھ رہتی تھی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ

مکئی میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام آئے اور ام ایہا بنت موسیٰ کی آغوش میں بیٹھ گئے

انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا، بخدا! ابھی ابھی میرے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔

انہوں نے کہا، نہیں نہیں ایسی بات منہ سے نہیں نکالا کرتے۔

آپ نے فرمایا، میں نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔ اسی روز حضرت ابو جعفرؑ نے ہم لوگوں نے اسی دن خط بھیجا تو بات سچی تھی، اسی روز حضرت ابو جعفرؑ نے وفات پائی تھی۔

متوکل نے عتاب بن ابی عتاب کو مدینہ بھیجا، تاکہ وہ علی بن محمد یعنی حضرت امام

علی النقی علیہ السلام کو سیکر سرمن رکھے، آئے۔ شیعوں میں چرچا تھا کہ حضرت امام علی النقیؑ

علم غیب کے عالم ہیں۔ مگر عتاب کے دل میں کچھ شک تھا۔ جب مدینہ سے چلے تو آپ نے

بیادہ (ربڑی) پہن لیا، حالانکہ اس وقت آسمان ابر سے بالکل صاف و شفاف تھا، مگر

تھوڑی ہی دیر کے بعد ابر چھا گیا اور بارش ہونے لگی۔

عتاب نے کہا، یہ (آپ کے علم غیب کی) پہلی نشانی ہے۔

جب آپ شط قاطول پر پہنچے تو دیکھا کہ عتاب کچھ فکر مند سا ہے۔

آپ نے فرمایا، اے ابوحامد! کیا بات ہے؟

اس نے کہا، میں نے اپنی حاجات امیر المومنین سے طلب کی ہیں (دیکھیں کیا ہوتا ہے)

آپ نے فرمایا، تیری تمام حاجات پوری ہوں گی (فکر نہ کر)

تھوڑی دیر کے بعد آدھی چھوٹا، اس نے خوشخبری دی کہ:

اے عتاب! تیری ساری حاجتیں پوری ہو گئیں۔

عتاب نے آپ سے عرض کیا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ علم غیب کے حامل ہیں، اس کی

دو نشانیاں تو میرے سامنے ظاہر ہو گئیں۔ (منقب جلد ۱۱ ص ۱۱۱)

## ①۴ = علم مافی الضمیر

محمد بن حسین بن مصعب مدائنی نے ایک مرتبہ

آپ کو خط لکھا اور شیشہ پر سجدہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اس کا بیان ہے، جب میں خط

لکھ چکا تو دل نے کہا، یہ بھی تو زمین ہی کی پیداوار ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ جو چیز زمین سے پیدا ہو،

اس پر سجدہ جائز ہے۔

آپ نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا، شیشہ پر سجدہ نہ کرو۔ اگرچہ تمہارا دل یہ کہتا

ہے کہ یہ زمین ہی کی پیداوار ہے، مگر یہ ریت اور نمک ہے اور نمک شورہ ہے (کشف الغم ۲۵۲)

علی بن محمد نوفلی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام

علی النقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم ہر ہر چیز میں ہے

ہو سکتی ہے جبکہ اس رتبہ جلیل نے آپ کو اپنے اسم کا قرین (ساتھی) بنایا اور اپنی عطایاں آپ کو شریک کیا، جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا، اس کی اطاعت کی جزا وہ اسے ضرور عنایت فرمائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنی عطایاں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: **وَمَا فَخْمُوا إِلَّا أَنْ أَعْنَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ** (سورۃ برأت آیت ۴۴) ترجمہ: (اور انہوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں غنی کر اپنے فضل سے۔)

اوپر نے رسول کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنم کے مختلف طبقات میں عذاب پائیں گے۔ **"يَلَيِّنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ"** (سورۃ الاحزاب آیت ۶۶)

ترجمہ: (کاش، ہم نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔) پھر ان لوگوں کی بھی کئی حقیقت یہ کہ بیان ہو سکتی ہے جن کی اطاعت کو اللہ رسول کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے: **"أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ"** (سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) ان کی جو تم میں صاحب الامر ہیں) نیز فرمایا: **"وَكُونُوا لِلرَّسُولِ وَاللِّأُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ كَعِلْمِهِ الَّذِينَ يُسْتَبْطُونَ مِنْهُمْ"** (سورۃ النساء آیت ۵۹) ترجمہ: (اور اگر وہ اس کو رسول کے اور اپنے میں سے صاحبان امر کے سامنے پیش کر دیتے ان میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اس کی حقیقت جان لیتے۔) پھر فرمایا: **"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا"** (سورۃ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیا کرو) نیز فرمایا: **"فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"** (سورۃ النمل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے) اے فتح! جس طرح رتبہ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول جلیل

نہ اولاد بتول (جناب فاطمہ کی اولاد کا) کا، اسی طرح اس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہو سکتا جو ہمارے امرا مامت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبی افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیوں سے افضل ہیں اور ہم میں سے جو وہی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرم ہے۔ ان دونوں شہزادوں کے اسماء افضل اسماء اور ان کی کنیت تمام کنیتوں سے افضل و بہتر ہیں۔

سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے ترویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر بٹھاتے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ متواضع سب سے زیادہ عظیم سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سپرد کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ ان کی موت کی طرح تمہیں موت دے گا، اور ان کی زندگی کی طرح تمہیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپ کے پاس تک پہنچنے کی کوشش کی، پہنچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا۔ میں نے عرض کیا، فرزند رسول! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر میرے دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہر صورت مجھے اعتبار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمہارے سوال کا جو جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا سنا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سننے سننے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلم رشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، ان دونوں کو نصیحت پر مامور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمہارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالم (اہلیت) چاہے تو بتا دے، اس لیے کہ جو علم رسول اللہ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اس لیے کہ اللہ اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہذا جو کچھ رسول کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور ہر وہ چیز جس کا علم رسول کو ہے، رسول کے اوصیاء کو بھی اس کا علم ہے تاکہ زمین و آسمان خدا سے خالی نہ رہے اور اس کا علم اس کے قول کی تصدیق کو حوازی عدالت پر دلیل ہے۔

اے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمہیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہے

سرمن رائے میں ایک مرد علوی ہے جو مدینہ کا رہنے والا ہے وہ یا تو ساحر ہے یا کاہن ہے  
ابن ساعر نے کہا: یہ تم کس کا ذکر کرتے ہو؟  
اُس نے کہا: یہ عثلی بن محمد بن رضاء کا ذکر ہے۔

لوگوں نے پوچھا: تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ساحر یا کاہن ہیں؟  
اُس نے کہا: سنو! ایک مرتبہ ہم چند لوگ اُن کے دروازے پر اُن کے ساتھ  
ہوئے تھے، وہ سرمن رائے میں ہمارے پڑوسی تھے اُن کے پاس عموماً عشاء کے وقت بیٹھا  
اور اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے مصروف گفتگو تھے کہ اُدھر سے بادشاہ کا  
مجلسرا کا ایک افسر گذرا اس کے ساتھ اور بھی بہت سے سردار اور لوگ جا کر تھے۔  
جب علی بن محمد نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو اُس کی طرف بڑھے اُسے سلام کیا  
اور اس کا اکرام کیا۔

جب وہ چلا گیا، تو بولے: یہ اس وقت تو اپنے جاہ و خیم کو دیکھ کر بہت خوش  
مگر کل ہی نماز سے پہلے دفن ہو جائے گا۔  
یہ سن کر میں بڑا تعجب ہوا، اُن کے پاس سے اُٹھ کر ہم نے کہا: یہ تو علم غیب ہے۔  
ہم تین آدمیوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جو کچھ انھوں نے کہا ہے، اگر اس کے مطابق نہ ہو تو ہم ان ہی کو  
کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل کر لیں گے۔

الغرض، میں نے اپنے گھر پر تھا اور ابھی نماز صبح سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ شور و غل  
آواز سنی۔ دروازے پر گیا تو میں نے دیکھا کہ فوجیوں اور دوسرے لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور وہ  
لوگ کہہ رہے ہیں فلاں سردار گزشتہ شب کو شراب کے نشے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا تھا کہ  
وہ کھڑے زمین پر گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

میں نے کہا: آتشہد ان لا الہ الا اللہ۔ پھر گھر سے نکلا، تو دیکھا کہ  
واقعاً ابوالحسن کا کہنا سچ ہو گیا، وہ شخص مرا ہوا پڑا تھا اُسے دفن کر کے اپنے گھر واپس آیا۔  
یہ واقعہ سن کر ہم سب لوگوں کو تعجب ہوا۔

(رجال نجاشی ص ۳۲)

بارش کا علم

علی بن یحییٰ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مرد  
معتزلی تھا۔ میرے پاس حضرت ابوالحسن علی بن محمد کے واقعات پہنچتے تھے اور میں ہمیشہ اُن  
کا مذاق اڑا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ مجھے خلیفہ سے ملنے کے لیے سرمن رائے جانا پڑا۔ جب خلیفہ

کے اجلاس عام کا دن آیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ میدان میں چلیں۔  
دوسرے دن سب لوگ اپنی اپنی سواروں پر چلے گئے۔ گرجی کے باریک کپڑے پہنے  
ہوئے ہر ایک کے ہاتھ میں پنکھا تھا۔ اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے جاڑے کا لباس پہن  
رکھا تھا۔ لبادہ اور برساتی قمی اور اپنے گھوڑے کی دم بھی باندھ رکھی تھی جسے دیکھ کر لوگ ہنس رہے  
تھے آپ نے فرمایا: **اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۝**  
(سورہ ہود آیت ۸۱)

ترجمہ: ”بیشک اُن کے طے شدہ وعدہ (عذاب) کا وقت صبح (سیرے) ہے۔ کیا صبح کا وقت  
قرب نہیں ہے؟“

جب سب لوگ صحرائیں پہنچے اور شہر کی حدود سے نکل گئے تو ایک طرف سے  
بادل اُٹھا اور ہر طرف گفتگو و گفتگو گھاٹا چھا گئی۔ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، سواروں کے پاؤں  
گھٹنوں تک زمین میں دھنسنے لگے، گھوڑوں کی حرکت کی وجہ سے اُن کے سوار کچھ میں لت پت  
ہو گئے تو سب لوگ بڑے جالوں واپس ہوئے مگر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو کوئی زحمت نہ  
اٹھانی پڑی۔

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو اس راز سے قبل از وقت آگاہ فرما دیا تھا، یقیناً آپ  
ہی اللہ کی طرف سے ہم سب پر رحمت ہیں۔

اس کے بعد آپ ایک سائبان میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ برساتی اتار کرتیں تہہ کر کے زمین  
پر رکھ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اگر یہ حلال جانور کے چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو نماز اس میں جائز ہے اور اگر حرام جانور کے  
چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز ٹپھنا ناجائز ہے۔

میں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا۔

پھر میں آپ کے فضل و شرف کا قائل ہو کر آپ کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔

(۳۰) = علیم منایا

خیر ان اسباطی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت  
امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے پوچھا: واثن کیسا ہے؟

میں نے کہا: ٹھیک ہے۔

آپؑ نے فرمایا، جعفر کا کیا حال ہے؟  
میں نے عرض کیا، جب میں چلا تھا تو وہ قید خانے میں بُرے حال میں تھے۔  
آپؑ نے دریافت فرمایا، اور ابن زنیات کس حال میں ہے؟  
میں نے عرض کیا، وہ بھی اپنے کام دھام میں لگا ہوا ہے۔ میں دس دن پہلے  
سے چلا تھا۔  
آپؑ نے فرمایا، اچھا سنو! واثق مرگیا ہے اور اُس کی جگہ متوکل جعفر بیٹھ گیا ہے۔  
اور ابن زنیات قتل ہو چکا ہے۔

میں نے عرض کیا، یہ سب کب ہو گیا؟  
آپؑ نے فرمایا، تمہارے وہاں سے چلنے کے چھ روز بعد۔  
پھر ان سب باتوں کی تصدیق ہو گئی، جو آپؑ نے فرمائی تھیں۔

(ارشاد صفحہ ۲۰۹۔ مناقب جلد ۲، صفحہ ۱۰۱، کافی حلد ۱، صفحہ ۲۱۵)  
• علی بن جعفر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالمحسن  
علیہ السلام سے پوچھا، ہم میں سب سے زیادہ دین سے محبت کرنے والا کون ہے؟  
آپؑ نے ارشاد فرمایا، جو اپنے امام سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو۔  
یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں آگے بڑھ کر آپؑ نے فرمایا:  
”اے علی، سنو! متوکل مرینہ کے درمیان ایک مکان کی تعمیر کر رہا ہے، مگر وہ  
کو مکمل نہ کر سکے گا، اور دورانِ تعمیر ترکی کے ایک فرعون کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا۔“

## (۲۱) = زیرِ مسئلہ جوابِ مسئلہ

محمد بن فرج سے روایت ہے ان کا بیان  
کہ حضرت علی بن محمد علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی تم کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو  
ایک کاغذ پر لکھو اور اس کو اپنے منہ کے نیچے رکھ دو کچھ دیر بعد اس کا اٹھاؤ اور دیکھو، تمہارے  
سوال کا جواب مل جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسئلے کا جواب لکھا ہوا پایا:  
(الخروج والرجوع)

• ابو یعقوب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابوالمحسن امام علی بنقی علیہ السلام کو  
ایک مسئلہ کا سوال فرمایا، میں نے اس کا جواب لکھا، لیکن آپؑ آگے نہ بڑھے،

ابن خضیب نے اصرار کیا۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں تم مقدم ہو۔  
اس بات کو کہے ہوئے ابھی چار دن ہوئے تھے کہ اُس کے پاؤں میں رسی پڑ گئی اور  
وہ قتل کر دیا گیا۔  
(اعلام الوری صفحہ ۲۲۳)  
• اس سے قبل ابن خضیب نے حضرت ابوالمحسن علیہ السلام پر بڑا دباؤ ڈالا تھا کہ جس گھر  
میں آپؑ رہتے ہیں وہ مجھے دیدیں اور آپؑ وہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائیں۔  
حضرت ابوالمحسن علی بنقی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا اس گھر کے ساتھ اللہ تجھے ایسا  
بھٹائے گا کہ اٹھ دیکھے گا۔

چنانچہ ان ہی آیام میں اللہ نے اس کی ایسی گرفت کی کہ وہ قتل ہو گیا۔  
(مختار الخراج والرجوع صفحہ ۲۳۸)  
• اعلام الوری اور کتاب الارشاد میں بھی ابی یعقوب سے اسی قسمِ مثل روایت ہے۔  
(اعلام الوری صفحہ ۲۴۲، الارشاد صفحہ ۳۱۱)

## (۲۲) = دعائے قبولِ حاجات

منعری نے اپنے باپ کے چچا سے روایت  
کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام علی بنقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور  
عرض کیا، مولانا! اس شخص نے مجھے بالکل مجبور کر دیا ہے، روزی کے سارے ذرائع منقطع کر دیے ہیں  
اور یہ سب آپؑ کے دامن سے متشک ہونے کی وجہ سے ہے۔

آپؑ نے فرمایا، فکر نہ کرو! انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔  
یہ تو دن کا واقعہ تھا، لیکن جب شب نمودار ہو کر پھیل گئی تو متوکل کے فرستادہ نے  
میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور اُس کے پیچھے دوسرا فرستادہ بھی آ پہنچا، میں باہر نکلا تو دیکھا  
کہ فرج بن خاقان دروازے پر کھڑا ہے۔  
اس نے کہا کہ اس رات کی تاریکی میں تمہارے گھر بھی نہ آتا مگر اس شخص نے تاکید  
کی کہ ابھی جاؤ اور اسے ملاؤ۔

میں گیا تو دیکھا کہ متوکل اپنے بستر پر دراز ہے۔  
اُس نے مجھے دیکھتے ہی کہا، اے ابو یوسف! ہمیں تمہارا خیال ہی نہ رہا، بالکل ہی ذہن سے  
محو ہو گئے، یہ بتاؤ کہ ہمارے وقت تمہارا کیا ہوا ہے؟

میں نے کہا، فلاں اجرت اور فلاں روزینہ، فلاں چیز اور فلاں چیز وغیرہ وغیرہ میں نے سب بیان کر دیا۔

اُس نے حکم دیا کہ ابھی ابھی اس کو سب کچھ جو ہم پر واجب الادا ہے دیدیا جائے، بلکہ اجرت وغیرہ سے دوگنا دیا جائے۔

میں نے فتح سے پوچھا، آخر کیا بات ہے اس قدر کم گسری اور مہربانی کیوں ہو رہی کیا حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اگر سفارش فرمائی ہے؟

اُس نے کہا، نہیں۔

میں نے پوچھا، کیا اُن کا کوئی خط آیا تھا؟

اُس نے کہا، نہیں۔

اب جب میں وہاں سے چلا تو فتح میرے پیچھے پیچھے آیا اور بولا:

مجھے یقین ہے کہ تم نے اُن سے دعا کی درخواست کی ہوگی جس کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا

اب تم میرے لیے بھی اُن سے دعا کے لیے کہہ دو۔

پھر میں خوشی خوشی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اُس نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، کیوں، ابو موسیٰ، اب تو خوش ہو؟

میں نے عرض کیا، آقا یہ آپ ہی کی برکت ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اُس

میری سفارش فرمائی یا کوئی خط وغیرہ اُس کے پاس بھیجا جس کی بنا پر وہ اس قدر مہربان ہو گیا۔

اُس نے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی تمام تر مہمات میں بس اللہ تعالیٰ ہی کی طرف

رجوع کیا کرتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جب بھی کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو وہ اسے قبول فرماتا

اور جب کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے عرض پر داز ہوتے ہیں تو وہ اُس کو ٹال دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ فتح نے مجھ سے اپنی سفارش کے لیے درخواست کی ہے کہ آپ

دعا فرمادیں تاکہ مشکل حل ہو جائے۔

اُس نے فرمایا، تم اُسے نہیں جانتے، وہ بظاہر ہمارا دوستدار بنتا ہے مگر باطنی

وہ ہم سے کنارہ کش رہتا ہے۔ دعا اُس کے لیے کی جاتی ہے جو اللہ کی اطاعت میں مخلص ہو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم اہل بیت کے حق کا اعتراف کرتا ہو۔ دیکھو! میں نے تم

لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے وہ دعا قبول فرمائی۔

میں نے عرض کیا، مولا، آپ اُن دعاؤں میں سے جو آپ کی مخصوص دعا ہے مجھے

تعلیم فرمادیں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ دعا میں اکثر بوقت حاجات پڑھاتا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی مرد مومن اس دعا کو میری قبر پر آ کر پڑھے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد واپس نہ ہو: وہ دعا یہ ہے:

يَا عُدَّتِي عِنْدَ الْعُدَّةِ وَيَا سَرَّجَانِي وَالْمُعْتَدِ وَيَا كَهْفِي وَ  
السَّنْدِ وَيَا وَاحِدُ يَا أَحَدُ يَا قُلُّهُوَ اللَّهُ أَحَدُ أَسْأَلُكَ  
اللَّهُمَّ بِحَقِّ مَنْ خَلَقْتَهُ مِنْ خَلْقِكَ وَلَمْ تَجْعَلْ فِي خَلْقِكَ  
مِثْلَهُ أَحَدٌ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ وَتُفْضِلَ لِي كَيْتَ وَكَيْتَ

### ۲۳) استجاب دعا

ابوالہاشم جعفری جو آپ کے پیر بزرگوار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور آپ جید نامدار حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے بعد آپ کی امامت کے قائل تھے، ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا، مولا، جب آپ سے نصرت ہو کر بغداد جاتا ہوں تو شوق زیارت بیدار ہوتا ہے۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں، اس لیے کہ کبھی کبھی اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ کشتی سے سفر کروں، اور مولے اس خیر کے لیے پاس کوئی اور سواری نہیں ہے، یہ بھی کمزور ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی زیارت کی قوت عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا، ابوالہاشم، اللہ تمہیں بھی قوت عطا فرمائے اور تمہارے خیر کو بھی قوت و طاقت عطا فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ابوالہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھ کر اپنے خیر پر سوار ہو کر چلے تو دو پہر تک سرمن رائے (عسکر) پہنچ جاتے، اور پھر اگر چاہتے تو اسی روز آپ کی زیارت کر کے سرمن رائے سے بغداد واپس آ جاتے تھے۔ یہ بھی آپ کی امامت کی دلیل ہے جس کا تجربہ

مشاہدہ ثبوت ہیں۔ (مختار الخراج والبرج ص ۲۷)

- اعلام الوری میں ابوالہاشم سے اسی کے مثل روایت ہے (اعلام الوری ص ۲۷)
- مناقب میں بھی صالحی سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۲۹)
- یوسف بن سخت کا بیان ہے کہ علی بن جعفر، بغداد کے آس پاس کے ایک قبرستان میں کے رہنے والے اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے وکیل تھے کسی نے متوکل سے ان کی چغلی لگائی اور اس نے ان کو قید میں ڈال دیا اور بہانہ یہ نکالا کہ یہ عبدالرحمن بن خاقان کی طرف سے تین ہزار دینار کا ضمان بنا تھا۔ جب قید کا مدت طویل ہو گئی تو عبید اللہ نے اس کے متعلق متوکل سے

سفارش کی۔

اس نے کہا: اے عبید اللہ! اگر تم مجھے پہلے سے کوئی شک ہوتا تو آج یقین کر لیتا کہ تم رافضی ہو۔ تمہیں معلوم نہیں، یہ فلاں کا وکیل ہے میں تو اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔  
راوی کا بیان ہے کہ یہ خبر علی بن جعفر کو ملی، اُس نے حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو خط لکھا: کہ: میرے آقا و سردار! خدا کے لیے میرے متعلق دعا کیجیے کہ میں ایسا نہ ہو کہ میں شک و ریب میں مبتلا ہو جاؤں۔

آپ نے ایک پہچے میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تم ایسی منزل پر پہنچ گئے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ اچھا میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔  
یہ شب جمعہ کا واقعہ ہے، صبح ہوئی تو متوکل کو بخدا آگیا اور ایسا بڑھا کہ اس کی شمشیر سے چینی چلانے لگا۔

اُس نے حکم دیا کہ رہائی کے لیے قیدیوں کے نام ہمارے سامنے پیش کیے جائیں۔  
ضمناً علی بن جعفر کا بھی ذکر کیا اور عبید اللہ سے کہا کہ تم نے اس کا نام میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا۔  
عبید اللہ نے کہا: اب ایسی بات تو تابعدار نہ کروں گا۔  
متوکل نے کہا: انہیں اس کو فوراً رہا کرو اور اس سے کہو کہ وہ مجھے معاف کر دے۔  
پھر علی بن جعفر امام ابوالحسن علیہ السلام کے حکم سے مکہ چلا گیا اور وہاں کاچاؤ ہو گیا۔ ادھر متوکل اچھا ہو گیا۔  
(رجال کشی صفحہ ۵۵)

• علی بن جعفر کا بیان ہے کہ جب میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا تو اُس نے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کی طرف رُخ کیا اور بولا:  
دیکھو! تم اپنا دل ایسی باتوں میں نہ الجھاؤ، تمہارے چچا نے خود مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص رافضی اور علی بن محمد کا وکیل ہے۔

پھر اُس نے قسم کھائی کہ اب تو مرنے کے بعد ہی قید خانے سے نکالوں گا۔  
جب میں نے یہ سنا تو اپنے آقا کو خط لکھا کہ میں بہت دل تنگ ہو چکا ہوں اور درد ہے کہ کہیں میرے دل میں کجی پیدا نہ ہو جائے۔

آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: اچھا اگر تم اس منزل کو پہنچ گئے ہو تو میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔

پھر اگلے جمعہ بھی نہیں آنے پایا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا۔ (رجال کشی صفحہ ۵۶)  
اللہ بہتر بن کفایت کرنے والا ہے، دشمن ذلیل ہو گیا اور بری طرح مرنا و دنیا و آخرت اس کی خراب ہوئیں۔

• علی بن محمد جمال کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں خط ارسال کیا کہ جس وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، میرے پاؤں میں ایسی تکلیف ہوئی کہ اب تک رفع نہ ہو سکی اور فی الحال چلنے پھرنے سے بھی عاری ہوں، کھڑا ہونا بھی دشوار ہے اگر مناسب ہو تو میرے لیے دعا وصحت فرمائیں۔  
مگر میں اپنے فرائض ادا کر سکوں اور وہ تقصیریں جو مجھ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی ہو سکے اور دعا فرمائیں کہ میں اپنے موجودہ دین پر ثابت قدم رہوں جسے اللہ نے اپنے رسول کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: اللہ نے تیری اور تیرے باپ دونوں کی تکلیف دور کر دی۔

اُس وقت میرے والد بھی بیمار تھے مگر میں نے اُن کی بیماری کے لیے اپنے خط میں کچھ نہ لکھا تھا۔ تاہم آپ نے از خود اُن کے لیے بھی دعا فرمادی۔ (کشف الغتہ صفحہ ۲۵)

## ۲۴ = آپ کی سخاوت

ایک مرتبہ ابو عمرو بن عثمان بن سعید و احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر سہرانی، حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

احمد بن اسحاق نے عرض کیا کہ میں سید مقرر ہو گیا ہوں۔  
آپ نے اپنے وکیل ابو عمرو بن عثمان سے فرمایا: تیس ہزار درہم ان کو دے دو۔  
تیس ہزار درہم علی بن جعفر کو دے دو اور میں ہزار درہم تم خود لے لو۔  
واقعاً اس قسم کی سخاوت کرتے ہوئے اس زمانہ میں کسی کو نہیں دیکھا گیا۔  
(مناقب جلد ۴ صفحہ ۳۶)

## ۲۵ = اخیائے موتی

عیون المعجزات میں ہاشم بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کے پاس گونگے لائے جاتے اور صحتیاب ہو کر واپس جاتے، آپ مٹی سے چڑیوں کی شکل کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مارتے وہ چڑیاں جاندار بن کر اڑ جایا کرتی تھیں۔

میں نے کہا: آپ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی فرق ہی نہیں۔  
آپ نے فرمایا: فرق کیسے ہوگا، میں اُن میں سے ہوں اور وہ ہم میں سے ہیں۔



محمد بن یسنان رامزی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام حج پر تشریف لے گئے۔ جب مدینہ واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ ایک مرد خراسانی اپنے مرے ہوئے گدھے کے پاس کھڑا ہوا اور رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہائے اب میں اپنا سامان کس پر بار کروں گا۔

آپ اُدھر سے گزر رہے تھے تو کسی نے کہا کہ یہ مرد خراسانی آپ اہل بیت کے دوستداروں میں سے ہے۔

یہ سن کر آپ اُس مرد گدھے کے قریب گئے اور فرمایا: 'بنی اسرائیل کی گائے ابراہیم کے نزدیک جھ سے زیادہ محترم تو نہ تھی کہ اس کے بعض عضو سے میت کو جس کی گائے وہ شخص زندہ ہو گیا۔

پھر آپ نے اپنے رہنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا 'ثم یاذن اللہ' (اللہ کی اجازت سے کھڑا ہوں)۔

ٹھوکر لگتے ہی اس مرد گدھے میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر مرد خراسانی نے اس پر اپنا سامان بار کیا۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو جس راستے سے گزرتے لوگ اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے: انھوں نے خراسانی کے گدھے کو زندہ کیا تھا۔

## (۲۶) = سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں

اسحاق بن عبد اللہ علوی عریضی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے والد اور چچا کے درمیان اس امر میں اختلاف تھا کہ سال میں وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جائیں۔ یہ دونوں اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت ابوالحسن امام علی بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت سرمن راتے جانے سے پہلے مقام صریا میں مقیم تھے۔

آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: تم دونوں یہ پوچھنے آئے ہو کہ سال کے اندہ وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جاتے ہیں۔

دونوں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: سنو! وہ چار دن یہ ہیں۔ ۱۷ ربیع الاول، تاریخ ولادت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۷ رجب، روزِ یثت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۱) ۲۵ ذی القعدہ، جس میں زمین بھجائی گئی (۲) ۱۸ ذی الحجہ، یوم غدیر خم جس دن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا گیا۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۴)

## (۲۷) = ایک مومن کے قرض کی ادائیگی

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام بیرون سرمن راتے کسی کام سے تشریف لے گئے۔ ادھر ایک اعرابی آپ کو ڈھونڈتا ہوا بیت الشرف جا پہنچا۔

لوگوں نے اُسے بتایا کہ آپ فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔ وہ اعرابی وہاں پہنچ گیا۔

آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اُس نے عرض کیا: میں کوفہ کا باشندہ ہوں اور آپ کے جد خباب امیر المؤمنین علیہ السلام کے دامن سے متمسک ہوں، مجھ پر کافی قرض واجب الادا ہے اور آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے پاس اپنی حاجت لیس کر جاؤں۔

آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو! اور آج یہیں قیام کرو۔ دوسرے دن جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اس سے فرمایا میری تجھ سے ایک درخواست ہے کہ جیسے میں کہوں ویسے ہی کرنا۔

اس نے کہا: میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا۔ آپ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک دستاویز لکھ کر دی اور اقرار کیا کہ مجھ پر اس اعرابی کی اتنی رقم واجب الادا ہے۔

اس دستاویز کو دیکھ کر اُس اعرابی سے فرمایا: اسے لے لو اور جب میں سرمن راتے میں واپس پہنچوں تو میرے پاس آنا، وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں گے، تم ان ہی کے سامنے اس مطلوبہ دستاویز رقم کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور شہید تقاضا کرنا اور مہلت دینے سے بھی انکار کرنا۔ اور دیکھو! خدا کے لیے اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔

اُس نے کہا: بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا! پھر دستاویز لیس کر چلا گیا۔

جب امام علی النقی علیہ السلام سرمن راتے پہنچے اُس وقت جبکہ آپ کے پاس خلیفہ وقت کے اصحاب اور دیگر لوگ بھی جمع تھے، وہ شخص آیا۔ اُس نے دستاویز نکالی اور اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

پاس بیٹھا تھا، میں نے طبیب سے کہا "آب گرفت۔"  
یہ سن کر آپ مسکرائے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کیا تمہارا خیال ہے  
کہ میں فارسی نہیں جانتا؟

طبیب نے عرض کیا، کیا آپ بھی فارسی جانتے ہیں؟  
آپ نے فرمایا، ہاں میں بہت اچھی فارسی جانتا ہوں۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے  
کہ "دلوں میں پانی بھر آیا ہے۔"

ابو ہاشم سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقیؑ کے  
پس پشت ایک غلام کھڑا تھا۔

آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس غلام سے فارسی زبان میں گفتگو کرو۔  
میں نے اُس سے کہا "نام تو چیست؟"  
غلام نے کوئی جواب نہ دیا، اور خاموش رہا۔

آپ نے اُس سے عربی زبان میں فرمایا، یہ تمہارا نام پوچھ رہے ہیں۔

(بعض ادرجات ص ۳۳۸)

ابراہیم بن ہزیر کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقیؑ سلام نے  
علی بن ہزیر کو خط لکھا اور اس میں ہرابت فرمائی کہ اُن کے لیے ایک مقدارِ ساعات گھڑی  
بنادی جائے۔

گھڑی تیار کر کے ہم آپ کی خدمت میں اس کو لیکر روانہ ہوئے۔ جب مقامِ سیار پر  
پہنچے تو علی بن ہزیر نے آپ کو اپنی آمد کی اطلاع پہنچادی اور باریابی کی اجازت چاہی  
آپ نے جواب میں فرمایا کہ تم لوگ بعدِ ظہر حاضر ہو جانا۔

لہذا ہم سب لوگ بعدِ ظہر وہاں پہنچ گئے۔ شدید گرمی کا دن تھا، ہمارے  
ساتھ علی بن ہزیر کا غلام مسرور بھی تھا۔ آپ کے مکان کے قریب آپ کا غلام بلال ہمارے انتظار  
میں کھڑا تھا۔

اُس نے کہا آپ لوگ اندر آجائیں۔

ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ گرمی کی وجہ سے پیاس بڑی شدید محسوس ہوتی تھی۔  
ابھی ہم ذرا دیر بیٹھے ہی تھے کہ ایک سلام پانی کے چند کوزے سیکر آیا۔ پانی بچہ شیریں اور ٹھنڈا تھا۔  
ہم نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد آپ نے علی بن ہزیر کو بلایا اور اس کے ساتھ مصر کے بعد  
مصر و گفتگو رہے۔ پھر مجھے بلایا، میں نے پہنچ کر سلام عرض کیا، اور دست بوسی کی اجازت چاہی

آپ نے ہاتھ بڑھایا، میں نے ہاتھ کے پوسے لیے۔ آپ نے مجھے دعا دی۔ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر  
اُٹھ کر آپ سے رخصت ہوا۔ جب میں دروازے سے باہر نکلا تو آپ نے مجھے آواز دی اور فرمایا:  
لے ابراہیم!

میں نے عرض کیا، نیک یا سیدی!

آپ نے فرمایا، ابھی نہ جاؤ۔

میں واپس آکر بیٹھ گیا، مسرور غلام بھی ہمارے ساتھ تھا۔

آپ نے فرمایا، اس مقدارِ ساعات (گھڑی) کو نصب تو کرو۔

پھر آپ وہاں سے باہر تشریف لائے، آپ کے لیے ایک کرسی بچھادی گئی، آپ اُس  
تشریف فرما ہو گئے۔ آپ کے بائیں جانب ایک اور کرسی رکھ دی گئی، اُس پر علی بن ہزیر بیٹھ گئے  
میں مقدارِ ساعات کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں مقدارِ ساعات سے ایک کنکری گری۔

مسرور نے کہا، ہشت۔

آپ نے فرمایا، ہشت یعنی تھانیہ (آٹھ ساعت)

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

ہم سب شام تک وہاں رہے۔ چلتے وقت آپ نے علی بن ہزیر سے فرمایا: کل  
مسرور کو میرے پاس بھیج دینا۔

دوسرے دن جب مسرور آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اُس سے فرمایا:

"بار خدا چوں"

اُس نے جواب میں عرض کیا "نیک"

اس کے بعد جب نصر دھر سے گذرا تو آپ نے فرمایا: "در بند، در بند"

دروازہ بند کر دیا گیا اور نصر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے محمد کو چادر اڑھادی

پھر ہزیر آیا تو پوچھا، کیا یہ چادر نصر کے خون سے ڈال دی گئی تھی۔

اُس نے کہا، جی ہاں، میں اس سے قریب اتنا ہی ڈرتا ہوں جتنا عمر بن قرق سے۔

(بعض ادرجات ص ۲۳۸)

(۳۱) — سقلائی زبان میں مسلسل گفتگو

علی بن ہزیر کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے آپ کے پاس اپنے ایک سقلائی غلام کو بھیجا:

جب وہ واپس آیا تو بڑا حیرت زدہ سا تھا، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟

۱۶۲ آپ نے غلام سے کاغذ اور دو دوات طلب فرمایا۔

وہ غلام کاغذ اور دو دوات لانے کے لیے گیا۔

اسی دوران آپ کے گھوڑے نے ہنہانا اور دم ہلانا شروع کیا۔

آپ نے اس سے فارسی زبان میں گفتگو شروع کی اور فرمایا کیوں پریشان ہو۔

وہ دوبارہ ہنہایا۔

آپ نے اُسے ہاتھ سے تھپتھپایا، اور فارسی زبان میں فرمایا، 'لجام چھڑائے باغ کے'۔

ایک گوشے میں جا کر وہیں اپنی ضروریات (پیشاب اور لید) سے فارغ ہو کر آجا اور اسی وقت

پراگھڑ ہو جانا۔

گھوڑے نے اپنا سر اٹھایا، لجام چھڑائی اور باغ کے ایک گوشے میں خیمے کی پٹری

کی طرف ایسی جگہ چلا گیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ وہیں اُس نے پیشاب اور لید کیا، پھر اپنے ہاتھ

پر واپس آکر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل پر کیا اثر ہوا، دل میں شیطان نے

دوسرے ڈالا۔

آپ نے فرمایا، اے احمد! اللہ تعالیٰ نے محمد و آل محمد اور داؤد اور آل داؤد

جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے پیش نظر جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو بڑی بات نہ سمجھو۔

میں نے عرض کیا، 'فرزند رسول! آپ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتائیے کہ اس سے'۔

آپ سے کیا کہا تھا، اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا۔؟

آپ نے فرمایا، گھوڑے نے مجھ سے کہا، 'آقا! اُٹھیے اور سوار ہو کر گھر چلیے'۔

میں فارغ ہو جاؤں۔

میں نے پوچھا، مگر تم کو اس قدر محبت اور پریشانی کیوں درپیش ہے؟

اس نے کہا، 'میں تھک گیا ہوں۔'

میں نے کہا کہ یہاں پر مجھے ایک کام ہے یعنی مدینہ ایک خط لکھ کر بھیجنا ہے اس لیے

فارغ ہو کر چلوں گا۔

اس نے کہا، 'مگر مجھے پیشاب وغیرہ کی حاجت درپیش ہے اور آپ کے سامنے

کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔'

میں نے کہا، 'اچھا' اس باغ کے ایک گوشے میں جا کر فارغ ہو جاؤ۔

پھر اس نے وہ کیا جو تم نے دیکھا۔

اتنے میں وہ غلام دوات اور کاغذ لے کر آگیا، مگر آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ آپ نے

کاغذ اپنے سامنے رکھ کر لکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اندھیرا چھا گیا، اتنا کہ خط نظر نہ آتا تھا۔ مجھے خیال

ہوا کہ جس طرح مجھے نظر نہیں آتا، آپ کو بھی نظر نہ آتا ہوگا۔ اِس لیے میں نے غلام سے کہا کہ اندر سے کوئی

شعاع وغیرہ لے آؤ تاکہ تمہارے آقا کو کچھ نظر تو آئے کہ کیا لکھ رہے ہیں۔

غلام چلا، تو آپ نے فرمایا، 'نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔'

چنانچہ اسی تاریکی میں آپ نے ایک طویل خط لکھا۔ سرخی شفق بھی غائب ہو چکی تھی۔ آپ

نے خط تمام کر کے اپنی خیر لگائی اور دیر سے چلے گیا۔ میں چلتے کوتاہی ہوا، تو جی میں آیا کہ جانے سے پہلے

اسی خیمے میں نماز بھی پڑھ لوں، پھر مدینہ جاؤں۔

آپ نے فرمایا، اے احمد! تم مغرب و عشاء کی نماز مسجد رسول میں پڑھنا اور مکتوب الیہ

کو وہیں روختر رسول میں تلاش کرنا۔ وہ انشاء اللہ وہیں ملے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں خط لیکر وہاں سے جلدی جلدی چلا، مسجد رسول میں آیا

تو عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ میں نے پہلے مغرب کی، پھر عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ کے ارشاد کے مطابق

مکتوب الیہ کو تلاش کیا، وہ واقعاً وہیں ملا۔ میں نے آپ کا خط اس کو دیا، اس نے پڑھنے کے لیے

کھولا تو روشنی کم تھی، اس سے پڑھنا نہ گیا۔ میں نے وہ خط اُس سے لیکر مسجد کے چراغ کی روشنی میں

پڑھ کر کٹنا دیا۔ میں نے دیکھا کہ تفسیر کے حروف آپس میں ملے ہوئے تھے۔

خط سُننے کے بعد اُس شخص نے کہا، 'میں کل اس کا جواب لکھ دوں گا، اگر لے لینا۔'

دوسرے دن میں نے جا کر خط کا جواب لیا اور پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے

خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔

آپ نے دریافت فرمایا، 'وہ شخص جہاں میں نے کہا تھا، وہیں ملا تھا؟'

میں نے عرض کیا، 'جی ہاں۔'

آپ نے فرمایا، 'بہت خوب۔'

### (۳۴) پرندوں کی نظر میں احترامِ امام

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ:

متوکل کی ایک جالیدار نشست گاہ تھی جس میں دھوپ چھن چھن کر اندر آتی تھی۔ وہاں اس نے بہت

سی چڑیاں پال رکھی تھیں جو ہر وقت چھپاتی رہتی تھیں۔ سلامی کے دن جب وہ وہاں بیٹھا تو ان

کی چیچھاہٹ میں پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہتا ہے اور لوگ اُس سے کیا کہتے ہیں۔ مگر جب حضرت امام علیؑ ملے

تشریف لاتے تو چڑیاں بالکل خاموش ہو جاتی تھیں اور جب تک آپ وہاں موجود رہتے کسی چوہے کی بھی آواز سنائی نہ دیتی تھی آپ کے جانے کے بعد چڑیاں پھر بولنے لگتی تھیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کی دیواروں میں بہت سے کبوتر جم گئے ہوتے تھے۔ جب یہ وہاں آکر بیٹھتا تو وہ کبوتر جھوڑے جاتے اور اوپر اڑ کر ایک دوسرے سے لڑتے اور متوکل انہیں دیکھ کر ہنستا اور خوش ہوتا مگر جب حضرت امام علی النقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سارے کبوتر دیوار پر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے اور جب تک آپ وہاں سے واپس نہ ہوتے وہ میں بیٹھے رہتے۔ آپ کے جانے کے بعد پھر اڑ کر آپس میں جنگ کرتے لگتے۔

(مختار الخراج والجرع ص ۲۲)

### (۳۵) = امام کی فوج اور اس کی شان

روایت کی گئی ہے کہ متوکل یاد آتی ہے کہ متوکل کی فوج کو حکم دیا جو نوے ہزار ترک سواروں پر مشتمل تھی کہ اس کے اپنے گھوڑوں کے چارہ کھانے کے توڑے میں سرخ مٹی بھر کر لانے اور اسے فلاں مقام پر ڈال دینا۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ جس سے وہاں ایک بڑا مٹی کا پہاڑ بن گیا اور اس کا نام تلہ خالی پر رکھا گیا۔ (توڑیوں کا پہاڑ) پھر وہ اس کے اوپر چڑھا اور حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو بلا کر اس کے پاس بھی اس نیلے پر بٹھالیا اور بولا:

میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے تاکہ میری فوج کو ایک نظر دیکھ لو کہ کتنی ہے، کیا کیا اس میں ہیں، کیا کیا ان کے سامان ہیں، کیا شان و شوکت و رعب و ہیبت ہے۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے خلاف جس کسی کے بھی خدو کا ارادہ ہو دل ٹوٹ جائے بہت پرست ہو جائے۔ خصوصاً اس کو اس کا خوف تھا کہ کہیں حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے کو خانہ ان کے شخص کو حکم نہ دیں کہ خلیفہ وقت کے خلاف خروج کر دے۔

حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا: تو نے اپنی فوج اور اس کی شان و شوکت تو دکھادی اب میری فوج اور اس کی شان و شوکت بھی دیکھ لے گا؟

اس نے کہا: جی ہاں دکھائیں۔

آپ نے اللہ سے دعا کی اور اس نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک فرشتوں کی فوج ہے جو ہر طرح کے اسلحوں سے آراستہ ہیں۔ یہ دیکھ کر خلیفہ کو غش آگیا۔ جب غش سے آفاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: اطمینان رکھو یہ تمہارا جملہ اور منافقہ دنیا میں نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ہم آخرت کے کاموں میں مشغول ہیں اور تمہارا خیال غلط ہے۔

### (۳۶) = متوکل نے امام کی زیارت پر پابندی لگا دی لیکن؟

ابوالقاسم بن قاسم نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ متوکل کا حکم تھا کہ کوئی شخص مجھے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے گھر نہ جائے۔

ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ شیعوں کی ایک جماعت مکان کی دیوار کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔

میں نے پوچھا کیا بات ہے، تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم اپنے مولا و آقا کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ آئیں تو آپ کو سلام کریں اور آپ کی زیارت کریں۔

میں نے پوچھا: اگر ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں ہم سب ان کو پہچانتے ہیں۔

الغرض جب آپ تشریف لائے، تو سب تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کو سلام کیا، آپ سواری سے اترے اور اپنے مکان میں داخل ہو گئے۔ وہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے کہا: خدا تمہارے مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ بتاؤ، تم نے اپنے مولا کو دیکھا یا؟ ان لوگوں نے کہا: ہاں۔

میں نے کہا: بتاؤ وہ کیسے ہیں؟ ایک نے کہا: بوڑھے ہیں سر کے بال بھی سفید ہو گئے ہیں مگر چہرہ سرخی مائل ہے۔

دوسرے نے کہا: جھوٹا بولہ، چہرہ گندمی ہے، ریش مبارک سیاہ ہے۔

تیسرے نے کہا: نہیں نہیں گورے رنگ کے ہیں مگر ذرا ڈھکا ہوا رنگ ہے۔ میں نے کہا: تم لوگ تو کہتے تھے کہ ان کو پہچانتے ہو۔ اچھا اب جاؤ خدا حافظ۔

(الخروج والجرع)

### (۳۷) = انتہائے پریشانی میں اللہ پر (ایک نعران کا واقعہ)

بھروسہ کرنا ایمان کی نشانی ہے

ہجرت اللہ بن ابی منصور موصلی سے روا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ دیار ربیعہ کا ایک نصرانی کاتب تھا جو فلسطین کے ایک گاؤں کفر توتاکار سے والا تھا اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا۔ اس کی اور میرے والد کی بڑی دوستی تھی۔ ایک مرتبہ وہ

آیا اور میرے والد کے وہاں قیام کیا۔

والد نے پوچھا کیا بات ہے، اس وقت کیسے آنا ہوا۔

اُس نے کہا، میں متوکل کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے طلب کیا گیا ہوں معلوم نہیں کیا معاملہ ہے، میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، میں نے اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھ کی دینار پر فروخت کیا ہے اور وہ رقم علی بن محمد بن رضا کے لیے میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

میرے والد نے کہا، اللہ تجھے اور توفیق دے۔

اُس کے بعد وہ متوکل کے دربار میں گیا اور چند دنوں بعد واپس آیا، بہت خوش اور

بہت مسرور تھا۔

میرے والد نے پوچھا، اپنا واقعہ تو بیان کرو۔

اُس نے کہا، میں یہاں سے سرمن رائے گیا اور آبادی میں داخل ہونے اور کہیں

قیام کرنے سے پہلے میں نے دل میں کہا کہ متوکل کے دربار میں داخلے اور اس سے پہلے کہ کسی کو میرے نام کی اطلاع ہو، میں یہ رقم حضرت علی بن محمد بن رضا کو پہنچا دوں۔ وہاں پہنچ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے کہیں آنے جانے پر متوکل نے پابندی لگا دی ہے، وہ اپنے گھر میں نظر بند ہیں، مگر میں نے سوچا کہ یہ کیسے کروں۔ لوگ سوچیں گے کہ ایک مرد نصرانی، علی بن محمد بن رضا کا گھر کیوں دریافت کر رہا ہے یہ تو اور زیادہ خطرے کی بات ہے۔

تھوڑی دیر میں سوچتا رہا، پھر دل میں آیا کہ میں اپنے گھر سے پرسوار ہو کر شہر میں جاؤں، جہاں یہ گدھا جائے اسے جانے دوں، شاید کہیں ابن محمد بن رضا علی نقی علیہ السلام کے گھر کا پتہ پتا جائے اور کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ یہ سوچ کر میں نے وہ دینار ایک پوٹلی میں رکھے اور اسے اپنا آستانہ میں ڈال لیا اور گدھے پر سوار ہو گیا۔ وہ گدھا بازاروں اور گلیوں کو چرتا ہوا اپنی مرضی سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک گھر کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا، میں نے کوشش کی کہ آگے بڑھے مگر ایک قدم آگے نہ بڑھایا۔ وہیں مجھ کو کھڑا ہو گیا۔

میں نے اپنے غلام سے کہا کسی سے پوچھو کہ یہ کس کا گھر ہے۔

اُس نے پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ علی بن محمد بن رضا کا گھر ہے۔

میں نے کہا، اللہ اکبر! بخدا، یہی دلیل کافی ہے۔

اتنے میں ایک حبشی غلام اندر سے نکلا اور بولا، کیا تم یوسف بن یعقوب ہو؟

میں نے غلام سے کہا، ہاں۔

اُس نے پھر کہا، اچھا تو اپنی سواری سے اترو۔

میں سواری سے اتر پڑا۔ اُس نے مجھے دہلیز پر بٹھا دیا۔ اور خود اندر چلا گیا۔ میں نے دل میں سوچا، یہ دوسری دلیل ہوئی جبکہ میں اس شہر میں نہ کبھی آیا اور نہ کسی سے شناسائی، پھر اس غلام کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا۔

اتنے میں غلام دوبارہ باہر نکلا، اور بولا، اب کچھ اور دینار جو ایک پوٹلی میں بندھے ہوئے تمہاری استین میں ہیں، اسے نکال کر مجھے دو۔

میں نے فوراً نکال کر اسے دیدیے۔ اور دل میں کہا، یہ میری دلیل ہوئی۔

اس کے بعد غلام پھر آیا، اور بولا، اندر آؤ۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت علی بن محمد بن رضا علیہ السلام تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اے یوسف، تم نے کیا کیے؟

میں نے کہا، مولانا! میں تو کئی ایک دیکھیں اور اسے سمجھنے کے لیے کافی بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا، افسوس، تم اب تک اسلام نہیں لائے، خیر تو نہ سہی، تمہارا اقبال اگر کاغذ پر

اسلام لائے گا اور وہ میرے شیعوں میں سے ہوگا۔ اے یوسف، لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری شفاعت تم جیسے

لوگوں کے لیے مفید نہ ہوگی۔ خدا کی قسم، وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، ہماری شفاعت تمہارے امثال کے

لیے بھی مفید ہوگی۔ اب جس سے ملنے کے لیے تم بلائے گئے ہو، جاؤ اُس سے طو، انشاء اللہ تمہارا کام

تمہارے حسب خواہش ہو جائے گا۔

پھر میں وہاں سے اُٹھ کر متوکل کی دیوڑھی پر گیا، اور جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ کر واپس آیا۔

ہیتہ اللہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد، یعنی اس کی وفات کے بعد مجھ سے اس کے بیٹے

کی ملاقات ہوئی، بخدا وہ مسلمان تھا اور مجھے معیار کا شیعہ تھا، اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کا باپ تو اپنے

مذہب یعنی نصرانیت پر ہی مرا، مگر وہ اسلام لایا اور وہ برابر کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولائی بشارت ہوں۔

(مختار الحواکیم و المراجعات ص ۲۱)

(۳۸) = رُعب امامت

محمد بن حسن بن اشتر علوی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے

کہ میں اپنے والد کے ساتھ دروازہ متوکل پر تھا۔ آپ اُس وقت تمام طالبیوں، عباسیوں اور فوجیوں وغیرہ

درمیان میں بیٹھ چکے تھے اور یہ دستور تھا کہ جب حضرت امام ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام تشریف

لاتے تو سب اپنی اپنی سواریوں سے اُتر کر پیادہ ہو جاتے تھے اور جب تک آپ اندر تشریف نہ لیجاتے

سب پیادہ رہتے۔

ایک شخص ان میں سے چند لوگوں نے آپ میں مشورہ کیا کہ ہم لوگ اس کم سن بچے کے بے

کیوں پاسبانہ ہوں نہ اس میں ہم لوگوں سے زیادہ شرف ہے نہ یہ ہم سے بڑا ہے نہ ہم سے زیادہ اُس کا بن سنے نہ ہم سے زیادہ اس کا علم ہے۔ لہذا اب ہم لوگ اس کے لیے سوار ہو کر سے دائرے گئے۔

ابو ہاشم نے کہا، مگر خدا کی قسم تم لوگ حق کو دیکھو گے تو ضرور بالضرور سوار یوں سے اتر جاؤ گے۔

ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ تشریف لائے اور آپ کو دیکھتے ہی تمام لوگ پاسبان ہو گئے۔

ابو ہاشم نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ ہم سوار یوں سے دائرے گئے ؟ اُن لوگوں نے جواب دیا، خدا کی قسم، ہم لوگ اپنے قابض سے باہر ہو گئے اور سوار یوں سے اتر پڑے۔ (مناقب جلد ۱ ص ۷۷)

اعلام الوری میں بھی محمد بن حسن سے یہی روایت مرقوم ہے۔

### (۳۹) = میں امامت کا کیوں قائل ہوا ؟

ابو العباس احمد بن نصر اور ابو محمد بن مویہ وغیرہ کا بیان ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا جس کا نام عبدالرحمن تھا اور وہ تھا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ سبب کیا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو چھوڑ کر تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوئے ؟

اُس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ ایسی بات دیکھی جس سے اُن کی امامت کا قائل ہونا پھر اُس نے اپنا قصہ اس طرح شروع کیا۔

اُس نے کہا، سنو ! میں ایک مرد فقیر تھا، میرے پاس صرف زبان تھی اور جملہ تھی۔ اہل اصفہان مجھے اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک بار دربارِ متوکل میں فریاد کرنے کے لیے گئے۔

ایک دن ہم لوگ بابِ متوکل پر تھے کہ حکم نکلا کہ علی بن محمد بن رمناء کو حاضر کیا جائے میں نے اپنے قریب کسی سے پوچھا، یہ کون شخص ہے جس کے حاضر کیے جانے کا حکم نکلا ہے۔

اُس نے کہا کہ یہ ایک مرد موی ہے، رافضی اس کو اپنا امام کہتے ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ متوکل نے اس کو قتل کرنے کے لیے بلا یا ہے۔

میں نے اپنے جی میں کہا، اب میں بغیر اس شخص کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اُس کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا، وہ مرد موی گھوڑے پر سوار آیا۔ لوگ راستہ پر دونوں طرف صفیں باندھے ہوئے کھڑے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ جب میری نظر اُس پر پڑی، تو بے اختیار دل میں اس کی محبت آگئی اور دل ہی دل میں اللہ سے دعا کرنے لگا کہ اللہ اس کو متوکل کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اسی طرح دونوں صفوں کے درمیان گھوڑے پر سوار آگے بڑھتے گئے اُن کی نظر صرف اپنے گھوڑے کی ایال پر تھی، نہ دہانے جانب تھی نہ بائیں جانب، اور میں مسلسل دعا میں مشغول تھا۔ جب وہ میرے قریب پہنچے تو میری طرف رخ کر کے کہا،

”اللہ نے تیری دعا قبول فرمائی اور تجھے طولِ عمر و کثرتِ مال و اولاد سے نوازا۔ یہ سن کر میں کانپ اٹھا اور وہیں گر پڑا۔

لوگوں نے پوچھا، کیا بات ہو گئی ؟

میں نے کہا کچھ نہیں، ویسے سب خیریت ہے

اس کے بعد ہم لوگ اصفہان واپس آئے اور یہاں آکر اللہ نے مجھ پر مال و دولت کے دروازے کھول دیے۔ آج یہ حال ہے کہ میرے گھر میں دس لاکھ کا مال ہے اور جو باہر ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ پھر اللہ نے مجھے دس اولادیں دیں اور میری عمر اس وقت پچھترہ سال کی ہے اور میں اُس شخص کی امامت کا قائل ہوں جو میرے دل کی بات کو جان گیا۔ اور اس کی دعا اللہ نے میرے حق میں قبول فرمائی۔ (مختار الخراج و الجرائع ص ۷۷)

### (۴۰) = زمین کے ہر خطے میں قبریں ہیں

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے مجھے طلب کیا اور کہا، تم تین سو آدمی جسے چاہو منتخب کر لو اور کوفہ جاؤ وہاں اپنے سامان چھوڑو، وہاں سے صحرا کی جانب سے سیدھے مدینہ جاؤ اور علی بن محمد بن رضاؑ کو تعظیم و تحکیم کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔

میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں سے چلا، میرے ساتھ شرارۃ (خارجیوں) کا ایک سردار بھی تھا، اور میرا منشی مرد شیعہ تھا، مگر میں خشوۃ مذہب پر تھا۔ وہ خارجی شازی میرے اُس منشی سے مناظرہ کیا کرتا، اور اسی طرح ان دونوں کے مناظرہ میں راستہ طے ہوتا گیا۔

جب آدھا راستہ طے ہو گیا، تو اُس خارجی نے منشی سے کہا : ”کیا تمھارے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ روئے زمین کا

کوئی جگہ ایسا نہیں جہاں قبر نہ ہو یا قبر بننے والی ہو۔

اب اسی سرزمین کو دیکھو یہاں کون مرا ہوگا۔ اور تم لوگوں کے خیال کے مطابق یہاں کون لوگوں کی قبریں ہوں گی؟

میں نے اپنے منشی سے پوچھا، کیا واقعی تم لوگ یہ کہتے ہو؟  
اس نے کہا، جی ہاں۔

میں نے کہا، پھر یہ خارجی بچ کہتا ہے اتنے لمبے چوڑے صحرائیں کون مرا ہوگا، چہ جائیکہ یہ قبروں سے بھرا ہو۔ یہ کہہ کر ہم لوگ آپس میں ہنسنے لگے۔ اور وہ منشی سب کے ساتھ نام و نشان مٹا دیا۔

وہاں سے ہم لوگ روانہ ہو کر مدینہ پہنچے اور حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن علی علیہ السلام کے در دولت پر آئے، محاضری کی اجازت لی، اندر گئے، متوکل کا خط دیا، آپ نے پڑھا اور فرمایا:

تم لوگ قیام کر دو مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں۔

دوسرے دن میں آپ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا، سخت گرمی پڑ رہی تھی، دیکھا کہ آپ کے پاس ایک درزی بھی موجود ہے اور وہ جاڑے کے موٹے کپڑے قطع کر رہا ہے۔ کچھ صدیاں قطع کی جا رہی ہیں، جو آپ کے اور آپ کے غلاموں کے لیے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے خیاط سے کہا، تم بہت سے درزیوں کو جمع کر لو اور آج ہی ان سب کو سی ڈالو۔ اور کل اسی وقت میرے پاس لاؤ۔

پھر میری طرف نظر اٹھائی اور فرمایا، اے یحییٰ تم لوگوں کو مدینہ میں کچھ ضروری کام کما کر ہو، تو آج ہی کر لی لو۔ اور کل اسی وقت یہاں سے کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یحییٰ کہتا ہے کہ میں وہاں سے نکلا، مسگر صدریوں اور بنڈلیوں کی وجہ سے مجھے سخت تعجب تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ گرمی کا دن ہے اور پھر حجاز کی گرمی اور یہاں سے عراق دس دن کی راہ، بھلا یہ ان کپڑوں کا کیا کریں گے۔ پھر دل میں کہا، معلوم ہوتا ہے اس شخص نے کبھی سفر نہیں کیا ہے، اس خیال ہے کہ ہر سفر میں ایسے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان رافضیوں پر تعجب ہے کہ اس شخص کے اس فہم و سمجھ کے باوجود یہ لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں۔

دوسرے دن میں پھر آیا، تو سارے کپڑے سٹے ہوئے تیار تھے۔

آپ نے اپنے غلاموں کو آواز دی کہ آؤ اپنے اپنے کپڑے اور لبادے و کنوٹپ لے جاؤ پھر فرمایا، اچھا اب کوچ کرو۔

میں نے دل میں کہا، یہ تو اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات ہے، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ راستے ہی میں جاڑے کا موسم آجائے گا۔ کہ انہوں نے اپنا لباس اور کنوٹپ لے لیا ہے۔

الغرض میں نے اسے ان کی کم فہمی پر محمول کرتے ہوئے وہاں سے کوچ کیا اور مسافت طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں قبروں کے متعلق مناظرہ ہوا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک سیاہ بادل اٹھا اور گرج و چمک کے ساتھ ہم لوگوں کے سروں پر آگیا اور بڑے بڑے اونٹ بوسانے لگا، آپ نے اور آپ کے غلاموں نے صدریاں پہن لیں، سروں پر کنوٹپ اور جسم پر لبادہ ڈال لیا۔

پھر اپنے غلاموں سے کہا، ایک لبادہ یحییٰ کو اور ایک کنوٹپ اس منشی کو دے دو۔ ہم پر اوٹے بڑے بڑے اور ہمارے ساتھیوں میں سے اسی آدمی مر گئے۔ پھر اوٹے پڑنے موقوف ہوئے۔ گرمی پہلے جیسی پھر پلٹ آئی۔

آپ نے فرمایا، اے یحییٰ! اپنے بچے ہوئے ساتھیوں سے کہو، اتریں اور اپنے مردوں کو کو دفن کریں۔ دیکھو! اس طرح اللہ تعالیٰ صحرا کو بھی قبروں سے بھر دیتا ہے۔

یہ سن کر میں فوراً اپنی سواری سے کود پڑا، دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا، آپ کے پاؤں اور رکالوں کو لوسہ دیا اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپ لوگ زمین پر اللہ کے واقعی خلیفہ ہیں۔

میں پہلے کافر تھا، اب آپ کے ہاتھوں پر اسلام لایا۔ یحییٰ کہتا ہے کہ پھر میں شیعہ ہو گیا، مرتے دم تک آپ کی خدمت میں رہا۔ (مختار الخراج والبراج)

## ۴۱۔ طی الارض

اسحاق جلاب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کے لیے بہت سی بیہڑ بکریاں خریدیں۔

آپ نے مجھے بلایا اور گھر کے باڑے سے ایک ایسی وسیع جگہ لے آئے جس سے میں واقف نہ تھا وہاں پر آپ نے مجھے بکریاں چھانٹنے کا حکم دیا، میں وہ بکریاں چھانٹنے لگا۔ اس کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے ابو جعفر اور ان کی والدہ وغیرہ کو بھی اطلاع دیدی جنہوں نے خریدنے کے لیے کہا تھا۔ پھر میں نے آپ سے بغداد جانے کی اجازت چاہی۔

آپ نے فرمایا، کل تک یہیں قیام کرو پھر چلے جانا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ٹھہر گیا اور عرفہ کے دن بھی آپ ہی کے وہاں قیام کیا۔ عید الاضحیٰ کی شب آپ کے ساتیان میں سویا۔ سحر کے وقت آپ تشریف لائے۔ اور فرمایا،

اے اسحاق اٹھو!

میں اٹھا اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ میں بغداد میں اپنے دروازے پر کھڑا ہوں  
میں اپنے والد کے پاس پہنچا اور میرے دوست احباب میرے پاس آئے۔

میں نے ان سے کہا، عرفہ کے دن تو میں مقام عسکر میں تھا اور عید کے لئے بغداد آگیا  
(بعض الرحات)

(۴۲) زینب بنت فاطمہ ہونے کی دعویٰ دار

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے  
کہ دو متوکل میں ایک عورت نمودار ہوئی جس نے دعویٰ کیا کہ وہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول  
متوکل نے کہا، مگر تو ایک نوجوان عورت ہے اور تو اسی رسول اللہ کو گذرے  
ہوئے اتنے سال ہو چکے ہیں۔

اُس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعویٰ  
سچی کہ پروردگار! اس بچی کو ستر چالیس سال بعد از سر نوجوان کر دیا کرنا۔  
مگر اتنے دنوں تو میں نے لوگوں پر اس کا اظہار نہیں کیا۔ اب میں آپ لوگوں کے  
سامنے برائے ضرورت آئی ہوں۔

متوکل نے آل ابی طالب، آل عباس و قریش کو ملایا اور ان سے دریافت کیا۔  
ان میں سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ زینب بنت فاطمہ نے فلاں سن میں وفات  
متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بتا، اس روایت کے متعلق کیا کہتی ہے؟  
اُس نے کہا، یہ لوگ جوٹ بولتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ بات یہ ہے  
کہ میں اتنے دنوں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہی، اس لیے ان لوگوں کو میرے مرنے اور جینے  
کا کیا بہت۔

متوکل نے ان لوگوں سے پوچھا، اس روایت کے علاوہ تم لوگوں کے پاس کوئی اور بھی دلیل ہے  
ان لوگوں نے کہا، نہیں۔

متوکل نے کہا، اگر اس کے اس دعویٰ کو کسی دلیل سے رد کیا گیا تو میں اس عورت  
کو بڑی کردوں گا۔

لوگوں نے کہا، اچھا تو پھر امام علی بنی علی علیہ السلام کو بلاؤ، شاید ان کے پاس کوئی دلیل  
ہو جو ہمارے پاس نہیں ہے۔

متوکل نے آدمی بھیجا، آپ تشریف لائے متوکل نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا، وہ غلط کہتی ہے۔ حضرت زینب نے فلاں سن فلاں مہینہ اور فلاں  
دن میں وفات پائی۔

اُس نے کہا، ہاں، ان لوگوں نے بھی یہی کہا تھا، مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر کسی  
اور دلیل ہے اس کے دعویٰ کو باطل نہ کیا جائے گا تو میں اسے رہا کر دوں گا۔

آپ نے فرمایا، کوئی ہرج نہیں، میرے پاس ایسی دلیل ہے جو اسے بھی خاموش کرے  
اور دوسرے کو بھی۔

متوکل نے پوچھا وہ کیا دلیل ہے؟  
آپ نے فرمایا، اللہ نے اولاد فاطمہ کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے۔ اس کو درندوں  
کے کٹھرے میں ڈال دیا جائے، اگر یہ اولاد فاطمہ میں سے ہے تو اسے کوئی درندہ گزند پہنچائے گا۔  
متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بول کیا کہتی ہے؟

اُس نے کہا، ان کا مطلب یہ ہے کہ میں اس طرح قتل ہو جاؤں، اگر یہ صحیح کہے ہیں  
تو اس جمع میں اولاد فاطمہ بہت سی بیٹھی ہوئی ہے ان میں سے کسی کو درندوں کے کٹھرے میں ڈال  
کر دیکھ لیا جائے، پتہ چلی جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر سارے مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ بعض لوگ جو آپ سے  
بغض رکھتے تھے، بولے:

یہ خود درندوں کے کٹھرے میں جا کر دکھائیں، دوسروں کو خطرے میں کیوں ڈالتے ہیں۔  
لوگوں کا جواب سن کر متوکل آپ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا:

یا ابا الحسن! پھر خود ہی کیوں نہ زحمت فرمائیں؟  
آپ نے فرمایا، ہاں ہاں، تجھیں اختیار ہے مجھے صحیح دو۔

متوکل نے کہا، پھر تشریف لے جائیں۔  
آپ نے فرمایا، میں جاتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کو ایک سیرٹھی دی گئی اور اس کے ذریعے سے آپ درندوں  
کے کٹھرے میں اترے، اُس میں چھ ہڈیاں پڑے تھے۔ آپ کٹھرے کے اندر جا کر بیٹھ گئے جب

درندوں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف بڑھے اور آپ کے سامنے آکر سرنگوں ہو گئے۔ اپنے دونوں  
ہاتھ آگے پھیلا دیے۔ آپ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ مشفقانہ انداز میں پھیرا، پھر اشارہ کیا کہ

اس گوشے میں چلے جاؤ۔  
وہ سب کے سب ایک گوشے میں (اطاعت گزاروں کی طرح) جا کر بیٹھ گئے۔



یہ دیکھ کر متوکل کے وزیر نے کہا: یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ انھیں اس کٹہرے سے جلد نکال لیا جائے ورنہ اگر خبر عام ہوگئی تو غضب ہو جائے گا۔

متوکل نے کہا: ابوالحسن! میں نے کسی بڑی نیت سے آپ کو اس میں نہیں بھیجا تھا، بلکہ آپ کی بات کا یقین کرنا چاہتا تھا۔ اچھا، اب آپ میری طرف سے بائیں نکل آئیں۔ جب آپ میری طرف بڑھے تو وہ سارے شیر عمر آپ کے پاس آئے آپ کے کمرے کو جک کرنے لگے۔

آپ نے میری طرف سے پہلے زینہ پر قدم رکھ کر اشارے سے کہا: اب واپس جاؤ۔

وہ سب واپس ہو گئے۔ آپ اوپر آ گئے۔ اور فرمایا:

اچھا، اب اگر اور کسی کو دعویٰ ہو کہ میں اولاد فاطمہ سے ہوں تو وہ کٹہرے میں میری جگہ بیٹھ جائے۔

متوکل نے اس عورت سے کہا: اس کٹہرے میں جاؤ۔

اس نے کہا: نہیں نہیں، واقعات میں نے غلط دعویٰ کیا تھا۔ میں تو فلاں شخص کی بیوی تھی۔ متوکل نے حکم دیا: اس کو بکرا کر درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔

وہ ڈال دی گئی اور درندوں نے اسے چیر پھاڑ کر کھا لیا۔ (مختار الخوانساری)

## ۴۳ = مال کثیر کا مفہوم قرآن کی روشنی میں

ابو عبد اللہ زبیدی کا بیان ہے

کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے نذر کی کہ اگر اللہ نے مجھے صحت دیدی تو میں مال کثیر تصدق کروں گا۔ جب وہ صحت یاب ہوا تو فقہاء نے مال کثیر کے متعلق اختلاف کیا۔

اس کے صاحب حسن نے کہا: یا امیر المؤمنین! اگر میں اس کا صحیح جواب لا دوں، تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے۔

متوکل نے کہا: دس ہزار درہم، ورنہ تو کوڑے لگواؤں گا۔

حسن نے کہا: مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد وہ حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ سے اس کے

متعلق دریافت کیا۔

آپ نے فرمایا: وہ اتنی درہم تصدق کرے۔

حاجب نے اسے متوکل کو بتایا۔

اس نے کہا: اس کی وجہ کیا ہے؟

وہ پھر امام علیہ السلام کے پاس آیا اور وجہ دریافت کی۔

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے:

«لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ» (سورہ برأت آیت ۲۵)

(اللہ نے کثیر مقامات پر تم لوگوں کی مدد کی)

جب ان مقامات کو شمار کیا گیا تو وہ اتنی مقامات ہوئے۔

حاجب نے جاکر متوکل کو بتایا۔ وہ خوش ہو گیا اور حاجب کو دس ہزار درہم عطا کیے۔

## ۴۴ = یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور ان کے جوابات

ایک مرتبہ متوکل نے ابن سکبت سے کہا کہ امام علی النقی علیہ السلام سے میرے سامنے مشکل مسائل پوچھ کر دیجو۔

ابن سکبت نے امام علیہ السلام سے پوچھا: یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو عصا کا معجزہ، حضرت عیسیٰؑ کو عصا اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن اور تلوار دیکر کیوں بھیجا؟

حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے جواب دیا کہ چونکہ اُس زمانے میں سحر و جادو کا بڑا زور تھا، اس لیے حضرت موسیٰ کو عصا اور عیسیٰ کو عصا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن اور تلوار عطا فرمایا، جس کے مقابلے میں ان لوگوں کا سارا سحر و جادو باطل ہو گیا اور ان پر حجت تمام ہو گئی۔

حضرت عیسیٰؑ کے دور میں طب کا زور تھا، اس لیے ان کو بیماروں کو صحت دینے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیکر ان کے طب وغیرہ کو باطل کر دیا۔ جس سے وہ لوگ مغلوب ہو گئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تلوار اور اشعار کا بڑا زور تھا، اس لیے تلوار اور قرآن دیکر آنحضرتؐ کو ان لوگوں پر اپنی حجت تمام کی اور ان کے اشعار اور تلوار باطل ہو گئے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا: اب ابن سکبت! ان کو بحث و مناظرے سے لگاؤ نہیں ہمیں ان سے کچھ سوالات پوچھنا ہوں۔

یہ کہہ کر یحییٰ بن اکثم نے ایک کاغذ ان کو دیا جس میں بہت سے سوالات تھے۔ حضرت امام علی النقی علیہ السلام تمام سوالوں کے جوابات بولتے گئے اور ابن سکبت

یہ کہہ کر یحییٰ بن اکثم نے ایک کاغذ ان کو دیا جس میں بہت سے سوالات تھے۔ حضرت امام علی النقی علیہ السلام تمام سوالوں کے جوابات بولتے گئے اور ابن سکبت

سے فرمایا، اسے لکھتے جاؤ۔ (سورۃ النمل آیت ۱۸)

① تم نے قرآن مجید کی آیت قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمُ مَنِ الْكِتَابِ کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو سنو! اس سے مراد آصف بن برخیا ہیں، اور ایسا نہیں ہے کہ صرف آصف بن برخیا کو جو (اہم علم) معلوم تھا وہ حضرت سلیمان کو معلوم نہ تھا، بلکہ وہ بھی جانتے تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ انہی امت کو جو حق و انس پوشمل تھی، بتا دیں کہ میرے بعد یہ حجت خدا ہیں اور یہ (اہم علم) حضرت سلیمان کے پاس تھا جو آپ نے آصف بن برخیا کو حکم خدا سے سپرد فرمایا تھا تاکہ ان کی نیابت میں لوگ اختلاف نہ کریں اور لوگوں پر یہ دلیل مستحکم ہو جائے۔

(۲) تمہارا یہ سوال کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند کو سجدہ کیا۔؟  
سنو! یہ سجدہ حضرت یوسفؑ کو نہ تھا، بلکہ حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں کا  
یہ سجدہ اللہ کی اطاعت میں کیا تھا، اور حضرت یوسفؑ کو سلام کرنا تھا۔ جس طرح ملائکہ کا سجدہ  
حضرت آدمؑ کے لیے نہ تھا۔

پس حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں کا سجدہ جس میں خود حضرت یوسفؑ بھی شریک تھے، اُن لوگوں کا اجتماعی سجدہ شکر تھا۔ یکایتم نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسفؑ نے بوقت سجدہ شکر یہ کہا تھا " رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ (سورہ یوسف آیت ۲۱) پروردگار! بیشک تو نے مجھے ملک میں سے (کچھ حصہ) عطا فرمایا )

(۳) تمہارا سوال اس آیت کے متعلق : **وَاِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا**  
**اَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْئَلِ الَّذِينَ يُقْرَأُونَ الْكِتَابَ** (سورہ یونس آیت ۹۴)  
 ترجمہ: (پس اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تجھ پر نازل کیا، تو ان سے پوچھ جو کتاب  
 پڑھتے ہیں۔)

دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور رونا شروع کیا، اس قدر رونا کہ اس کو روتا دیکھ کر امیر المومنین رونے لگے اور سارا مجمع رو پڑا۔

جناب امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: اے شخص اٹھ، تو نے تو آسمان وزمین فشتوں کو بھی رلا دیا۔ جا، اللہ نے تیری توبہ قبول فرمائی، پھر ایسا کبھی نہ کرنا۔

سوال یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ نے اس سزا کے شرعی کو معاف کیے سنو! وہ امام جو اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے، اگر اس کو شرعی سزا دینے کا

ہے تو اسے معاف کر دینے کا بھی حق ہے۔ کیا تم نے حضرت سلیمانؑ کو بغیر خدا کا یہ قول نہیں سنا؟

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ • (سورہ صافات)

ترجمہ: (یہ ہماری بے حساب عطائیں ہیں۔ اب تو کسی کو عطا کر یا روک لے) جب یحییٰ بن اکثم نے ان جوابات کو پڑھا تو متوکل سے بولا: میں چاہتا ہوں کہ ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا جائے، اس لیے کہ اب جو مسئلہ ہو گا وہ ان مسائل سے آسان ہے اور ان کے علم کے اظہار سے رافضیوں کو تقویت ہوگی۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۴۵ تا ۴۶)

### (۳۵) سزا کے خوف سے اسلام لانا؟

جعفر بن رزق اللہ کا بیان ہے کہ متوکل کے پاس ایک نصرانی لایا گیا جس نے ایک زلزلہ سے زنا کیا تھا۔ متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔

اُس نصرانی نے کہا: میں اسلام لے آیا۔ یحییٰ بن اکثم نے فتویٰ دیا کہ ایمان گذشتہ گناہوں کو محو کر دیتا ہے (لہذا اب کوئی حد نہیں کی جاسکتی)۔

بعض فقہار نے کہا: اس پر بیوقوفی کی حد جاری ہونی چاہیے۔ متوکل نے حضرت امام علیؑ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ لکھ کر دریافت کیا۔

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اُسے اتنا مارو کہ مر جائے۔ جب یہ جواب دیگر فقہار نے سنا تو انہوں نے اعتراض کیا۔

متوکل نے آپ کے پاس لکھ کر اس کی وجہ اور تفصیل دریافت کی۔ آپ نے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَمَّا زَاوَا بَاسْنَا قَاتِلَا اِمْنًا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا مُشْرِكِينَ

ترجمہ: پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک خدا پر ایمان لے آئے حالانکہ اور جن کو اس کے ساتھ شریک مقرر کرتے تھے، اب ہم اُن سے انکار کرتے ہیں۔ (سورہ نساء)

یہ جواب پاکر متوکل نے اس کو مارنے کا حکم دیا۔ اس کو اتنا مارا کہ مر گیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۴۶ تا ۴۷)

### (۳۶) معرفت الہی، معرفت رسولؐ اور معرفت ائمہ پر ایک تفصیلی گفتگو

اس کا بیان ہے کہ قح بن یزید جو جانی نے مجھے بتایا کہ میں مکہ سے خراسان جا رہا تھا اور آپ عراق تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں مجھ سے ملاقات ہو گئی۔

آپ نے (امام علیؑ رضی اللہ عنہ) فرمایا: جو اللہ سے ڈرتا ہے اُس سے لوگ ڈرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اُس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کی، اور جب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا تو سلام بجالایا۔

آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے، خود ہی ارشاد فرمایا: اے قح، جو شخص اپنے خالق کی اطاعت کرتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ جو اپنے خالق کو ناراض کرتا ہے یقین

کر دے کہ اللہ اُسے مخلوق کی ناراضگی کے حوالے کر دیتا ہے۔ خالق کی صرف وہی تعریف کی جاسکتی ہے جو تعریف خود اس نے اپنی ذات کے متعلق بتائی ہے۔ مگر جو اس کے اور اک سے قاصر ہیں۔

ادہم اس تک پہنچ نہیں سکے، ممکن نہیں کہ خیال اُس کا احاطہ کر سکے اور آنکھیں اُس کی حدود معلوم کر سکیں، تعریف کرنے والے جو اُس کی تعریف کرتے ہیں، وہ اُس سے کہیں بالاسے، توصیف

کرنے والے جو اُس کی توصیف کرتے ہیں وہ اُس سے بلند تر ہیں، وہ دور ہونے کے باوجود قریب ہے، اور قریب ہونے کے باوجود دور ہے، وہ کیف الکلیف ہے، اُس کے لیے کیف (کیسا)

نہیں کہا جاسکتا، وہ اَیْنُ الْاَیْنِ ہے اُس کے لیے اَیْنُ (کہاں) نہیں کہا جاسکتا۔ وہ واحد ہے صمد ہے، نہ اُس کا کوئی والد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، اور اُس کا کوئی ہمسرہ و کفو نہیں ہے کئی جلیل

ہے اُس کی ذات گرامی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر حقیقت کیسے بیان

(اللہ تو بھرا اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر حقیقت کیسے بیان

ہو سکتی ہے جبکہ اُس ربّ جلیل نے آپ کو اپنے اسم کا قرین (سامع) بنایا، اور اپنی عطامیں آپ کو  
کیا، جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا، اُس کی اطاعت کی جزا وہ اسے ضرور عنایت فرمائے گا۔  
اُس نے اپنی عطامیں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: وَمَا تَقْتُمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَى  
اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورۃ برأت آیت ۴۰)  
ترجمہ: (اور انھوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسول نے انھیں غنم  
اپنے فضل سے۔)

اور اپنے رسول کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو یہ  
طبقات میں عذاب پائیں گے۔ "يَلْبِثُنَا أَطْعَمَنَا اللَّهُ وَأَطْعَمَنَا الرَّسُولُ"  
(سورۃ الاحزاب آیت ۶۲)

ترجمہ: (کاش ہم نے اللہ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔)  
پھر ان لوگوں کی بھی کُندِ حقیقت کہے بیان ہو سکتی ہے جن کی اطاعت  
رسول کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے:  
"أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ"  
(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) اُن کے  
صاحب الامر ہیں)  
نیز فرمایا: "وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ  
مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ط (سورۃ النساء آیت ۵۹)  
ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسول کے اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کے سامنے پیش کر دیتے  
اُن میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت جان لیتے۔)  
پھر فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى  
(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُن کے مالکوں کی طرف لوٹا دو  
نیز فرمایا: فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ  
(سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)  
لے فتح جس طرح ربّ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول

نہ اولاد بتول (جنابِ خاطر کی اولاد کا) کا، اسی طرح اُس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہو سکتا  
جو ہمارے امرِ امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبی افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیلوں سے  
افضل ہیں اور ہم میں سے جو بھی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرم ہے۔ اُن دونوں شہزادوں  
کے اسماء افضل اسماء اور ان کی کُنیت تمام کُنیتوں سے افضل و بہتر ہیں۔  
سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا یہ طے  
کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے نزویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر  
بٹھاتے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ تواضع سب  
سے زیادہ حلیم سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا  
ہے۔ پس جو امر ہوا اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سپرد کرو۔ اللہ تم  
پر رحم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ اُن کی موت کی طرح تمہیں موت دے گا، اور اُن کی زندگی کی طرح  
تمہیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپ  
کے پاس تک پہنچنے کی کوشش کی، پہنچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا۔  
میں نے عرض کیا، فرزندِ رسول! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، عورات بھری  
دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہر صورت مجھے  
اختیار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمہارے سوال کا جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا  
سننا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سننے سننے تم بھی تھک جاؤ اور لو لے لو لے میں  
بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلم و شد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، اُن دونوں کو نصیحت پر  
امور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمہارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالم (الہیت) چاہے تو  
بتا دے، اِس لیے کہ جو علم رسول اللہ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اِس لیے کہ اللہ  
اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہذا جو کچھ رسول  
کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور وہ چیز جس کا علم رسول کو ہے، رسول کے اوصیاء  
کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین و آسمان خالی نہ رہے اور اُس کا علم اُس کے قول کی تصدیق و  
تعاظ و عدالت پر دلیل ہے۔

اے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمہیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

اور جہان میں نے تمہارے سپرد کیا ہے یا جو باتیں میں نے تمہیں بتائی ہیں اس کے اندر تم کو شک اور وہم ہو گیا ہو اور تم نے کہا ہو کہ جب یہ لوگ ایسے ہیں تو پھر بھی رعب ہیں۔  
خدا کی پناہ (ایسا نہ سمجھنا) کیونکہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق ہیں، ان کا بھی رب اللہ ہے، یہ لوگ بھی اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، مال رکھتے ہیں، سوخت رکھتے ہیں۔ لہذا اگر شیطان تمہارے پاس ہر کام کے لیے آئے تو میں نے جو باتیں بتائی ہیں ان سے اس کا قطع منہ کر دینا۔  
راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولانا! میں آپ پر قربان، آپ نے میری مشکافہ سے رادی اور شیطان نے جو وسوسہ پیدا کر دیا تھا، آپ نے اس کی وضاحت فرمادی اور اسے میرے دل میں کوئی وسوسہ نہیں رہا۔ واقعاً میرے دل میں یہی خیال آیا تھا کہ آپ لوگ رب ہیں۔  
راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام مسجد میں تشریف لے گئے اور یہ کہتے رہے: "اے میرے خالق! میں تیری بارگاہ میں نہایت حضور و خضوع کے ساتھ اپنی ننگ پر رکھے ہوئے ہوں۔"

آپ یونہی مسلسل مسجد میں رہے یہاں تک کہ رات گزر گئی۔  
پھر آپ نے فرمایا اے فتح! تم بھی ہلاکت میں پڑنے والے ہی تھے۔ مگر سنو جو لوگ حضرت عیسیٰ کے بارے میں گمراہ ہوئے اس سے حضرت عیسیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ اچھا، اللہ تم رحم فرمائے، اب اگر تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔  
پھر میں وہاں سے نکلا اور اس بات پر بہت خوش تھا کہ اللہ نے ہمارے سارے دوسرے دور کر دیے اور واقعات یہ لوگ وہی ہیں جو آپ نے بتایا ہے۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اب اس کے بعد جب دوسری منزل آئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھو آپ تیکے کے سہارے بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے کچھ بچے ہوئے گھیرے ہیں جنہیں تناول فرما رہے ہیں۔ میرے دل میں شیطان نے پھر وسوسہ پیدا کیا کہ ان لوگوں کو کھانا پینا مناسب نہیں، اس لیے نقص کی ذیل ہے اور امام میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا، بیٹھو! اے فتح، سنو! ہم لوگ بھی رسولوں کی سیرت پر عمل کرتے ہیں، وہ لوگ بھی کھاتے، پیتے اور پانہوں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر جسم کو غذا لگی ضرورت ہے۔ اُس خالق دراز کے، اس لیے کہ وہ جسم نہیں رکھتا، نہ اس میں اجزائی خصوصیت ہے اور نہ اس کی زیادتی دیکھی کا تصور ہے۔ وہ اپنی ذات میں ان تمام چیزوں سے مبرا ہے۔ اس کی ذات جسم سے مراد نہیں ہے وہ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے نہ اس کا کوئی والد ہے، اور نہ اس کا بچہ ہے۔ وہ خود ہستی ہے، جسم کو جسم سے بنانے والا ہے، وہ بننے والا ہے، جاننے والا ہے۔

لطیف و خیر ہے، رؤف و رحیم ہے، وہ پاک اور برتر ہے، اُن تمام باتوں سے جو اس کے مستحق ظالم لوگ کہتے ہیں، وہ بہت زیادہ پاک اور برتر ہے۔

اگر وہ ایسا ہی ہوتا جیسا، یہ ظالم لوگ اس کا وصف بیان کرتے ہیں تو پھر رب اور مخلوق میں، خالق اور مخلوق میں، موجد اور اس کی ایجاد کردہ چیز میں فرق ہی کیا رہ جاتا لیکن اس نے اپنے اور اپنے بنائے ہوئے اجسام میں دیگر امتیاز کے درمیان فرق رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ اُن چیزوں سے مشابہ ہے جو نظر آتی ہیں اور نہ کوئی چیز اُس سے مشابہ ہے۔ (کشف المہجۃ ص ۲۵۱)

### ۴۷ = یزداد طبیب

محمد بن جریر طبری کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسن محمد بن اسماعیل بن احمد قفلی کاتب سرمن رائے نے مشہد میں بتایا کہ اس کے باپ نے یہ واقعہ اس سے بیان کیا تھا جبکہ وہ سرمن رائے میں تھا اور دربار انحصار میں کہیں جا رہا تھا کہ بخشیشوع کا شاگرد یزداد طبیب نصرانی موسیٰ بن بعا کے گھر سے واپس آتا ہوا نظر آیا۔ ہم دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے اور اسی دوران میں گفتگو بھی ہوتی رہی۔

اُس نے کہا، تم اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس کا مالک کون ہے؟

میں نے پوچھا، کون ہے اس کا مالک؟

اُس نے کہا، اگر مخلوق میں کوئی عالم الغیب ہے تو وہ یہ ہیں۔

میں نے پوچھا، وہ کیسے؟

اُس نے کہا، ایک ایسی تعجب خیز بات تمہیں بتاتا ہوں جسے تم نے یا کسی اور نے کبھی نہ سنا ہوگا، مگر اس کا اقرار کرو کہ تم کسی سے نہ کہو گے، اس لیے کہ میرا پیشہ طبابت ہے سلطان کا صلاح کرتا ہوں، میں نے سنا ہے خلیفہ نے ان کو حجاز سے یہاں بلا لیا ہے، اُس کو ڈبے کے لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے تو خلافت خاندان بنی عباس سے چلی جائے گی۔

میں نے کہا، اطمینان رکھو میں کسی سے نہ کہوں گا، بتاؤ کیا بات ہے؟

اُس نے کہا، سنو! میں چند دن ہوئے ان سے ملا تھا۔ وہ سیاہ گھوڑے پر سوار اور سیاہ لباس پہنے ہوئے، خود اُن کا رنگ بھی سیاہی مائل تھا میں اُن کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ طایف کا مسیح کی قسم میرے منہ سے کسی کے لیے کوئی بات نہیں نکلی، مگر ان کا لباس بھی سیاہ گھوڑا بھی سیاہ اور رنگ بھی سیاہ۔ یعنی سیاہی در سیاہی در سیاہی۔

جب آپ گھوڑا اتر چلے ہوئے میرے پاس پہونچے تو تیز نظروں سے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

تیرا دل سیاہ ہے جس کی وجہ سے لو اپنی آنکھوں سے سیاہی درسیا ہی دیر رہی  
دیکھ رہا ہے۔

میرے والد نے کہا 'خیر یہ بات تم بھی کسی سے نہ کہنا' مگر یہ بتاؤ کہ پھر تم نے کیا کیا  
اور کیا کہا؟

وہ بولا 'میں نے بہت سوچا، لیکن کوئی جواب بن نہ پڑا۔ بالآخر کہا، آپ کا دل سفید ہے  
آپ نے فرمایا، واللہ اعلم۔

میرے والد کا بیان ہے کہ جب یزداد بیمار ہوا تو اس نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور کہا  
سنو! میرا قلب پہلے سیاہ تھا، اب سفید ہو گیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سب  
ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اُس کا کوئی شریک نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی بن محمد تمام  
مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں، یہ ناموس اعظم ہیں۔

اس کے بعد یزداد اسی بیماری میں مر گیا اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

• زید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار  
ہوا تو رات کے وقت طبیب آیا اور ایک دوا تجویز کی کہ میں اُسے صبح کے وقت استعمال کروں۔ لیکن  
وہ دوا شب کے وقت مجھے حاصل نہ ہو سکی اور طبیب چلا گیا۔ اتنے میں حضرت امام علی نقیؑ کے  
ایک صحابی آئے اُن کے ہاتھ میں ایک پڑیا تھی جس میں بعینہ وہی دوا تھی۔

انھوں نے کہا کہ حضرت امام ابو الحسن علیؑ سلام نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ  
یہ دوا استعمال کرو۔

میں نے استعمال کیا اور اچھا ہو گیا۔ (ارشاد ص ۲۲۲ مناب جلد ۴ ص ۴۷)



# بخار الانوار



باب



خلفائے وقت

## ① — خلفائے وقت

آپ کے زمانہ امامت میں مقتسم کی حکومت کا بقیہ حصہ پھر واثق بن متوکل، مستقر، مستعین و معتز کی حکومتیں رہیں معتز کے آخری وقت میں آپ زہر سے شہید کیے گئے۔ اور ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام معتز نے زہر دیا۔

( مناقب جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ )

روایت کی گئی ہے کہ متوکل ہم شوال ۲۳۷ھ میں قتل کیا گیا اور یہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی امامت کا ستائیسواں سال تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد بن المنصور کی بیعت کی گئی۔ مگر وہ سات ماہ حکومت کر کے مر گیا۔ پھر احمد المستعین بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ اس کی حکومت چار سال رہی۔ اس کے بعد وہ خلافت سے نااہل قرار دے کر دیا گیا اور المعتز بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام زبیر تھا۔ اس کی بیعت ۲۵۷ھ میں کی گئی اور یہ حضرت امام ابو الحسن، علی النقی علیہ السلام کی امامت کا تیسواں سال تھا۔ ۲۵۷ھ میں آپ نے اپنے فرزند حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو بلایا اور ان کو نور و حکمت و وارث انبیاء اور بزرگوں کے اسلحے سپرد کیے۔ ان کی امامت پر نص فرمایا، اور اپنے فقہ اصحاب کے سامنے ان کو اپنا وصی بنایا، پھر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس وقت آپ کا سن چالیس سال کا تھا۔ آپ سرمن رائے میں دفن کیے گئے۔

( بیون المعجزات )

## ② — متوکل کا ارادہ قتل

ابو سعید سہیل بن زیاد کا بیان ہے کہ میں سامرہ میں ابو العباس فضل بن احمد بن اسرائیل کاتب کے گھر میں تھا۔ وہاں حضرت ابو الحسن علیہ السلام کا ذکر چڑھا تو اُس نے کہا اے ابو سعید! میں تم سے ایک واقعہ بیان کروں جو میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ معتز کے ساتھ تھے میرے والد اس کے کاتب تھے ایک مرتبہ ہم لوگ ان کے گھر گئے۔ دیکھا کہ متوکل اپنے تخت پر بیٹھا ہے معتز نے سلام کیا اور کھڑکی

میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس سے پیشتر جب معتز جاتا تو متوکل اس کو مہربانہ اور بیٹھے کے لیے کہتا، مگر اس بار اُس نے کچھ نہ کہا، معتز کو کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی، وہ ایک پاؤں اٹھاتا تو دوسرا رکھتا، مگر متوکل نے بیٹھے کی اجازت نہ دی۔ میں نے دیکھا کہ متوکل کا چہرہ ہر لمحہ بدلتا جاتا ہے۔

وہ فتح بن خاقان کی طرف رخ کر کے کہتا ہے، تم اسی شخص کے متعلق طرح طرح کی صفائی پیش کرتے ہو۔

فتح اس کے فقرے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے، یا امیر المؤمنین! ان پر جو بڑا الزامات لگائے گئے ہیں۔

یہ سن کر وہ اور جل اٹھتا اور کہتا ہے، واللہ! میں اس ریاکار زندیق کو ضرور قتل کروں گا۔ وہ غلط دعویٰ کر کے میری سلطنت میں رخنہ ڈالتا ہے۔

اس کے بعد اُس نے حکم دیا کہ چار خزری سپاہیوں کو بلاؤ۔

جب وہ آگئے تو ان کو چار تلواریں دیں اور کہا، تم لوگ اپنی زبان میں باتیں کرنا اور جب ابو الحسن آپس تو اپنی تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

اس نے یہ بھی کہا کہ میں قتل کے بعد ان کی لاش کو نذر آتش بھی کر دوں گا۔

اس وقت میں پردے کے پاس معتز کے پیچھے کھڑا ہوا تھا کہ یکایک حضرت ابو الحسن علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور لوگ دوڑے ہوئے آئے کہ وہ آگئے وہ آگئے میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپ کے دونوں لب حرکت میں ہیں ان پر کسی قسم کا خوف نہیں ہے متوکل نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً تخت سے کود پڑا اور آگے بڑھ کر ان کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا۔ اے ہمارے سید! اے فرزند رسول! آپ نے اس وقت آنے کی کیسے زحمت کی۔؟

آپ نے فرمایا، آپ کا آدمی پہنچا تھا۔ اُس نے کہا تھا متوکل آپ کو بلاتے ہیں۔ متوکل نے کہا، وہ حرام زادہ جھوٹا ہے یا سیدی! آپ کو زحمت ہوئی، تشریف لے جائیں اے فتح! اے عبید اللہ! اے معتز! اپنے اور میرے سید کو گھرنک پہنچا کر آؤ۔

اور جب خزری سپاہیوں نے آپ کو دیکھا تو مارے خوف کے سجدے میں گر گئے تھے۔

آپ جاچکے تو متوکل نے ان سپاہیوں کو بلایا ترجمان سے کہا، ان سے پوچھو کہ ان کو جو حکم دیا گیا تھا اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔؟



انہوں نے جواب دیا کہ اُن کی اتنی شدید و عظیم ہیبت تھی کہ جو ستواروں میں بھی ہوگی، ہم خود کو قابو میں نہ رکھ سکے اور اسی ہیبت کی وجہ سے ہم آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ اُن کی ہیبت ہمارے دلوں پر چھا گئی۔

متوکل نے کہا، اے فتح! یہ ہیں تمہارے امام۔ یہ کہہ کر متوکل فتح کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور فتح متوکل کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور لولا: انذر کاشکر ہے کہ اُس نے اُن کے چہرے کو روشن اور پر ہیبت بنا کر لوگوں کے دلوں پر ان کا سک بٹھا دیا اور اُن کو اپنی حجت ظاہر کر دیا۔

(منہار الخراج والخراج ۲۱۳ و ۲۱۴)

### ③ = ارادہ گرفتاری

ایک بطحالی نے متوکل کے پاس حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام کی چغلی لگائی کہ انہوں نے بہت سے اسلحے اور اموال جمع کر رکھے ہیں متوکل نے اپنے حاجب سعید سے کہا، رات کے وقت ان کے گھر پر چھاپہ مارو اور اس میں جتنے اسلحے اور اموال ہوں وہ سب لیکر آؤ۔

ابراہیم بن محمد کہتا ہے کہ سعید حاجب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شب کے وقت حضرت ابو الحسن علیہ السلام کے گھر پہنچا، میرے ساتھ سیر می تھی جس کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا اور شب کے اندھیرے میں اندر اترا، مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ گھر کے اندر کیونکر جاؤں۔ اتنے میں حضرت ابو الحسن علیہ السلام نے گھر میں سے آواز دی، اے سعید! اپنی جگہ کھڑے رہو، میں شمع لا رہا ہوں۔

فورا آپ شمع لیکر تشریف لائے میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر ایک صوف کا جببہ، صوف کی ٹوپی ہے، ایک چٹائی پر بٹھتے ہیں آپ قبضہ رو ہیں۔

مجھ سے کہا یہ سارا گھر تمہارے سامنے ہے۔ دیکھ لو۔ میں نے اندر جا کر ہر حجرے کی لغتیش کی مگر اس میں کچھ نہ ملا۔ ہاں ایک بدرہ تھا جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک کیسہ بھی تھا اس پر بھی مہر تھی۔

پھر حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا، یہ مصیبت بھی سامنے ہے اسے بھی دیکھ لو۔

میں نے مصیبت اٹھ کر دیکھا، ایک تلوار نیام میں رکھی ہوئی ملی میں یہ تمام چیزیں لیکر متوکل کے پاس آیا۔

جب اس نے بدرہ (تھیلی) پر اپنی ماں کی مہر دیکھی تو ماں کو بلایا اور پوچھا: یہ بدرہ آپ نے امام ابو الحسن کے پاس بھیجا تھا؟

اُس کی ماں نے کہا، ہاں جب تم ہمارے تو میں نے نذر کی تھی کہ اگر تم اچھے ہو گئے تو میں حضرت امام ابو الحسن کو کس ہزار دینار دوں گی۔

اُس نے دوسرا کیسہ کھولا، تو اس میں چار سو دینار تھے۔

متوکل نے حکم دیا کہ اس بدرہ کے ساتھ ایک دوسرا بدرہ اور شامل کیا جائے، یہ بدرہ کیسہ اور تلوار سب حضرت ابو الحسن علیہ السلام کو لیجا کر واپس کر دی جائیں۔

میں نے یہ سب اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کیے اور اظہارِ ندامت کیا، اور عرض کیا، یا سیدی! مجھے آپ کے گھر میں بغیر آپ کی اجازت کے داخل ہونا پسند نہ تھا، مگر کیا کرنا مجھے یہی حکم دیا گیا تھا۔

آپ نے فرمایا: سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝ (سورہ شورا آیت آخری) دعوات راوندی میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

### ④ = آپ کی اسیری اور پھر ارادہ قتل

ابو سلیمان نے ابن اورم سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ دورِ متوکل میں سرمن رہے گیا اور سعید حاجب کے پاس پہنچا۔ متوکل نے حضرت ابو الحسن علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے اس کے حوالے کیا تھا۔

اُس نے کہا، کیا تم اپنے اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا، پاک ہے وہ اللہ جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

اُس نے کہا، مگر اسی کو تو تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارا امام ہے۔ میں نے کہا، یہ کتنی بُری بات تم نے کہی۔

اُس نے کہا، مگر نے اس کے قتل کا حکم دیدیا ہے اور کل ہی ایسا کرنے والا ہوں اس وقت اُس کے پاس ایک قاصد گیا ہوا ہے۔ جب وہ نکل آئے تو تم چلے جانا۔

جب قاصد نکل آیا تو مجھ سے کہا، اب تم اندر جاؤ۔

میں اُس گھر کے اندر داخل ہوا جس میں آپ قید تھے۔ دیکھا کہ آپ کے پہلوں پر کھڑی ہوئی ہے۔ میں نے قریب پہنچ کر آپ کو سلام کیا اور زار و قطار رونے لگا۔



آپؐ نے پوچھا کیوں روتے ہو؟  
میں نے عرض کیا جو کچھ دیکھ رہا ہوں اُس پر روتا ہوں۔  
آپؐ نے فرمایا اس کے لیے نہ رونا یہ لوگ اس وقت ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔  
یہ سن کر مجھے سکون ہوا۔

آپؐ نے فرمایا، دو دن بھی نہ گزریں گے کہ اللہ اس کا اور اس کے ساتھی کا خون بہا  
گامبس کو تم باہر دیکھ آئے ہو۔  
راوی کا بیان ہے کہ بعد ازاں واقعاً دو دن بھی نہیں گزرے کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

(بخاری و ابوداؤد ص ۲۳)

مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذهب میں تحریر کیا ہے کہ متوکل کے پاس  
نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کی چٹائی لگائی کہ آپؐ کے گھر میں خطوط اور اسلحے سب جو تم کے پاس  
نے آپؐ کے پاس بھیجے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ حکومت پر قبضہ کریں۔

یہ سن کر متوکل نے ترکوں کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے آپؐ کے گھر پر رات کو  
کر دیا، مگر انھیں آپؐ کے گھر میں کچھ نہ ملا انھوں نے دیکھا کہ آپؐ ایک بندھنے میں موت کی بندھی پہنے ہوئے  
رہتے اور سنگریزوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ سے نود گائے ہوئے تلاوتِ کلامِ پاک کر رہے ہیں  
وہ لوگ اسی حال میں پکڑ کر آپؐ کو متوکل کے پاس لے گئے اور کہا ہمیں ان کے گھر میں سے تو کوئی چیز  
ملی نہیں یہ دیکھا یہ قبیلہ رومیٹے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور متوکل اس وقت شراب  
محفلی میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ آپؐ جب اس کے سامنے  
تو آپؐ کو دیکھتے ہی اس پر ہیبت سی طاری ہو گئی اُس نے آپؐ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور اپنے  
کاپیالہ آپؐ کی طرف بڑھایا۔

آپؐ نے فرمایا، میرا گوشت اور خون کسی شراب سے آلودہ نہیں ہوا، مجھے معاف  
اُس نے کہا، اچھا خیر شراب نہ پیجے مگر کوئی شعر تو سنائیے۔

آپؐ نے فرمایا، مجھے شعر ہیبت کم یاد ہیں۔

اُس نے کہا، اب تو آپؐ کو سنانا پڑے گا۔

آپؐ نے فرمایا، اچھا سنو! (اور پھر آپؐ نے یہ اشعار سنائے جن خلاصہ یہ ہیں)

”کچھ لوگ ایسے عالی مرتبہ تھے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر شب بسر کرتے تھے مگر ان چوٹیوں  
نے اُن کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اس اعزاز اور شان و شوکت کے بعد وہ ایسے گرے  
کہ گوشہ قبر میں پہونچ گئے۔ اور واقعاً ان کے لیے کتنی بُری منزل ہے۔ اُن کے قبر میں

دفن ہونے کے بعد منادی نے نرا دی، بتاؤ وہ زیورات، وہ تمھارا تاج وہ تمھارا  
خُلق کہاں ہیں؟ وہ تمھارے نرم و نازک چہرے کہاں ہیں جن کے لیے پردے پڑے  
رہتے تھے۔؟

قبر ان کی طرف سے جواب دے گی کہ اب تو اُن ہی چہروں پر کیڑے رینگ  
رہے ہیں۔ انھوں نے ایک طویل عرصہ تک کھایا اور پیایا، مگر اس کھانے اور  
پینے کے عوض آج ان کو خود کھایا جا رہا ہے۔“

یہ اشعار سن کر متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اتنا روایا کہ ہماری دارِ طی  
آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ پھر اُس نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو چار ہزار  
دینار دیے اور عزت و احترام کے ساتھ آپؐ کے گھر آپؐ کو رخصت کیا۔

• کراچی نے کئی انوائڈ میں تحریر کیا ہے، میر متوکل نے اپنے ہاتھ کا سپالہ زمین پر  
پٹک دیا، اور اس دن اس کی شراب نوشی کا مزا اٹھا ہوا گیا۔ (کنز العمال ص ۲۱۲)

(تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۲۱۲)

## ⑤ = مہینہ سے روانگی

یحییٰ بن برثنہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ  
متوکل کو حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے متعلق کچھ غلط اطلاعات پہونچیں، تو اُس نے مجھے آپؐ  
کو لانے کے لیے مہینہ بھیجا۔ جب میں (مع اپنی فوج کے) وہاں پہونچا تو اہل مدینہ راز و قطاریوں نے اور  
جیسے چلانے لگے، اتنا رونا اور چیخنا تو میں نے زندگی میں کبھی نہ سنا تھا۔ میں نے ان کو سکین دی  
اور حلف سے کہا کہ مجھے ان کو کوئی گزند پہونچانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

میں نے وہاں پہونچ کر آپؐ کے گھر کی خانہ تلاشی لی، مگر چند مصحف اور دعاؤں کی کتابوں  
یا اسی طرح کی دوا کی چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ میں ان کو مدینہ سے لے کر چلا، ان کی خدمت کرتا  
رہا۔ اور آپؐ کا سیر اساتذہ اچھا گذرتا رہا۔

جب میں مدینہ، السلام پہونچا تو اسحاق بن ابراہیم ظاہری کا سامنا ہوا وہ بغداد کا حاکم تھا  
اس نے کہا، یحییٰ! یہ شخص اولادِ رسولؐ میں سے ہے اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ متوکل

کون ہے، اگر تم نے اس کو ذرا اُتھارا، تو وہ انھیں قتل کر دے گا اور قیامت کے دن حضرت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے خلاف مدعی ہوں گے۔

میں نے کہا، خدا کی قسم، میں نے ان میں نیکی کے علاوہ اور کوئی برائی نہیں دیکھی۔  
چنانچہ میں آپؐ کو لیے ہوئے سامرا پہونچا۔ وہاں وصیف ترکی سے ملاقات ہوئی



میں نے آپ کو سلام کیا  
آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ۔  
میں بیٹھ گیا۔

پھر آپ نے فرمایا: "مقرر! فکر نہ کرو، اس وقت یہ لوگ مجھ کو کوئی گزند پہنچا سکیں گے۔"

میں نے کہا: الحمد للہ، پھر عرض کیا: "میرے سید و سوار ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جس کا مطلب مجھ میں نہ آیا۔"

آپ نے فرمایا: "وہ کون سی حدیث ہے؟"  
میں نے عرض کیا: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:  
”ایام سے دشمنی نہ کرو، ورنہ وہ بھی تم سے دشمنی کریں گے۔“

اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: "ہاں، ایام سے مراد ہم لوگ ہیں۔ جب سے یہ زمین و آسمان بنائے گئے ہیں۔ التبت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ہے اور احد سے کنایہ ہے امیر المومنین علیہ السلام کی طرف، اثنین سے مراد حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ الشان سے مراد علی ابن اثنین، و محمد بن علی، و جعفر بن محمد ہیں۔ الاربعاء سے مراد: مؤمن بن جعفر و علی بن مؤمن، و محمد بن علی اور میں ہوں۔ اور خمیس سے مراد: میرا فرزند حسن بن علی النقی ہے اور جمعہ سے مراد میرے فرزند کا فرزند ہے جس کا گروہ اسی کے پاس جمع ہوگا اور وہی زمین کو عدل و داد سے اس طرح بھرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔"

یہ سب مفہوم ایام کا، ان سے دنیا میں دشمنی نہ کرو، ورنہ یہ آخرت میں تمہارے دشمن ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا: "اجھا خدا حافظ، جاؤ۔ میں تمہیں خطرے سے محفوظ نہیں سمجھتا۔"

(معانی الاخبار ص ۱۲۳، اعلام انوری طبری ص ۱۱۱)

بہرانی نے بھی علی بن ابراہیم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ دکنال ابن جبرہ رحمہ اللہ

## ⑥ = بنی ہاشم کا پایا پیادہ جلوس

روایت میں ہے کہ جس سال متوکل قتل ہوا۔ عید الفطر کے دن اس نے حکم دیا کہ سارے بنی ہاشم اس کی سواری کے آگے آگے پایا پیادہ جلوس

اس کا مقصد صرف حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو اپنی سواری کے آگے پایا پیادہ جلوس تھا۔  
چنانچہ بیچارے سارے بنی ہاشم اور ان ہی کے ساتھ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے ایک غلام کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے چلے تو شعیون میں سے چند لوگ آپ کے سامنے آئے اور عرض کیا:

یاسیدنا! کیا دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی دعا اللہ قبول فرمائے اور ہم لوگوں کو اس ظالم سے نجات دلائے؟

آپ نے فرمایا: "اس دنیا میں ایک شخص ہے جس کا کٹا ہوا ناخن اللہ کے نزدیک ناقہ صالح (قوم نوح) سے کہیں زیادہ مکرم ہے۔ جب ناقہ کو پہنچا گیا اور اس کے بچے نے اللہ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”تَمْتَحُوا فِي ذَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعَدُّ غَيْرُ

مَكْدُوبٍ“ (سورہ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ: تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے لوٹ لو۔ یہ وعدہ (عذاب) ایسا ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

اس کے بعد متوکل تیسرے ہی دن قتل ہو گیا۔

## ④ = متوکل کے قتل کی پیشگوئی

حسین بن مسدد کا بیان ہے کہ جب متوکل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر کے علی بن کر کے حوالے کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا: ”میں اللہ کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ مکرم ہوں۔ سنو! تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور پیش کر لو، یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔“ (ترجمہ سورہ ہود آیت ۶۵)

دوسرے دن متوکل نے آپ کو رہا کر دیا اور معذرت خواہ ہوا، تیسرے دن یاغزو ہاشم و معطون نے متوکل پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے منصر کو تخت خلافت پر بیٹھ دیا۔

ابو سالم کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے فتح کو حکم دیا کہ ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر لے۔

اس کا ذکر اس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے کیا۔  
آپ نے فرمایا: ”تَمْتَحُوا فِي ذَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعَدُّ غَيْرُ مَكْدُوبٍ“

پناہ میں، اب امیر المومنین نے مستند بن فضل کو وہاں کا والی بنا دیا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کا اکرام و احترام کرے، اس طرح اُس کو اللہ اور امیر المومنین دونوں کا تقرب حاصل ہوگا، مگر امیر المومنین کو آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے، چاہتے ہیں کہ آپ سے عہد تازہ کریں اور آپ کے چہرہ النور کی زیارت کریں۔

اگر آپ امیر المومنین سے ملاقات اور اُن کے پاس قیام کے لیے آمادہ ہیں تو اپنے اہل و عیال اپنے موالی و ملازمین کے ساتھ جب چاہیں پورے اطمینان کے ساتھ تشریف لائیں، راہ میں جب چاہیں منزل کریں اور جب چاہیں کوچ کریں، جو آسانی آپ چاہیں، وہ سب آپ کی میسر ہوں گی، اگر آپ چاہیں تو یحییٰ بن ہرثمہ امیر المومنین کا امتحان مع فوج آپ کے ساتھ ساتھ چلے گا جس رستے سے آپ آئیں گے اسی رستے سے وہ بھی آئے گا اس سلسلے میں سارا انتظام آپ کو ہوگا، میں نے اُس سے کہہ دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کرے

(کاتب ابراہیم بن عباس مؤرخ جہادى الاخرى)  
جب یہ خط حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام کو موصول ہوا تو آپ نے سامان درست کیا اور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔  
قطع منازل کرتے ہوئے سرمن رلے ہوئے تو متوکل کا حکم ہوا کہ آج داخلہ کی جائے نہیں۔ لہذا آپ نے خان صعالیک (فقیروں کی سرانے) میں قیام کیا۔  
متوکل کا حکم ہوا کہ ایک مکان خالی کر دیا جائے۔  
مکان خالی ہوا تو آپ اس میں منتقل ہو گئے۔

(اعلام الوری صفحہ ۳۸۸-۳۸۹)  
صالح بن سعید سے روایت ہے کہ جس روز حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام سرمن رلے ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان یہ کہ یہ ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ آپ کے نور کو چھا دیں اور آپ کی اہمیت کو کم کریں۔ حیرت انگیز کہ ان لوگوں نے آپ کو خان صعالیک میں اتارا جو بدترین سرانے ہے۔

آپ نے فرمایا: اے سعید! تم اسی منزل پر ہو؟  
اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، تو ایک ہیک میں نے خود کو نہایت خوبصورت اور سرسبز باغات میں پایا، جس میں نہریں جاری تھیں، خوشبو میں بسی ہوئی، فصیح، موقی کی طرح روشن رو (درخ) غلام تھے۔  
یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا، مجھے بڑا تعجب ہوا۔  
آپ نے فرمایا: اے الوسعید! تم نے دیکھا؟ یہ ہے ہم لوگوں کا جائے قیام اور

مقام، ہم لوگ خان صعالیک میں نہیں ہیں۔

حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام جب تک سرمن رلے میں رہے بظاہر بڑے ہی احترام و اکرام کے ساتھ رہے۔ متوکل اس کوشش میں تھا کہ کوئی حیلہ اور بہانہ ملے، مگر اسے کوئی بہانہ نہ مل سکا۔ اس سے طویل بحثیں اور گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ اگر اس سب کو تحریر کیا جائے تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

صقر بن ابی دلف کرخی کا بیان ہے کہ جب متوکل نے سیدنا ابو الحسن حضرت امام علی ہنقی علیہ السلام کو قید کر دیا تو میں آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پہنچا۔  
زرانی نے جو متوکل کا حاجب تھا ایک نظریہ میری طرف دیکھا اور حکم دیا: انہیں اندر لانا میں اندر گیا تو پوچھا: صقر کیا حال ہے؟  
میں نے کہا: استاد سب خیریت ہے۔

اُس نے کہا: بیٹھ جاؤ۔  
اب مجھے اگلی پچھلی باتیں یاد آئے لگیں۔  
”میں نے کہا: اس وقت میرا آنا غلط رہا۔“

تھوڑی دیر میں سب لوگ چلے گئے جب تنہائی ہوئی تو لولا تمھارا کیا حال ہے کیوں آئے ہو؟  
میں نے کہا: خیر خبر معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں۔  
اُس نے کہا: شاید تم اپنے مولا کا حال معلوم کرنا چاہتے ہو؟  
میں نے کہا: امیر مولا کون؟ میرے مولا تو امیر المومنین ہیں۔

اُس نے کہا: خالوش، تمھارا مولا حق پر ہے، ہمیں نہ بہر کاؤ میں خود تمھارے مذہب پر پورے میں نے کہا: الحمد للہ  
اُس نے کہا: کیا تم اُن کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟  
میں نے کہا: ہاں۔

اُس نے کہا: بیٹھو ذرا، ایک فرستادہ اُن کے پاس سے واپس آجائے۔  
میں بیٹھ گیا۔

جب فرستادہ باہر نکل آیا تو زرانی نے غلام سے کہا: اُن کو اُس حجرے میں پہنچا دو جس میں وہ علوی قید ہے اور پہنچا کر واپس چلے آؤ۔  
غلام مجھے اُس حجرے میں لے گیا۔ اُس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ آپ ایک چائی پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے ایک پہلو میں ایک برقعہ ہی پڑی ہے۔

یہ غیر متوکل کوئی تو اس نے کہا: تین دن بعد میں خود ان کو قتل کر دوں گا۔  
مگر تیسرے دن متوکل اور فتح دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ (منائب حلدہ ص ۱۰۰)  
اسلام الوری میں حسن بن محمد بن جہور بھی سے روایت ہے اس کا بیان ہے  
میرے بھائی حسین بن محمد نے مجھے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جو بنگا (ترک سردار) کے  
کو پڑھا تھا، اُس نے بیان کیا کہ دار الخلافہ سے واپس ہوتے ہوئے اسیر نے مجھے بتایا کہ میرے  
آج ایک شخص کو جسے لوگ ابن الرضا کہتے ہیں قید کر کے علی بن کر کے حوالہ کر دیا۔ اور میں نے  
کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ مکرم ہوں اور یہ آیت تلاوت کر رہا تھا  
سُئِنَاكَ: تَتَّخُوْنَ اِيَّيْ دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعَدُ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ  
(سورہ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور رہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔)  
اس کے بعد انہوں نے نہ کوئی آیت پڑھی اور نہ کوئی بات کی، آخر اس کا  
اس معلم کا بیان ہے کہ میں نے کہا اللہ آپ کے اعزاز کو اور بڑھائے۔ یہ انہوں  
سے ڈرا ہے۔ سو کچھ تین دن بعد کیا ہوتا ہے؟  
دوسرے دن امیر المومنین نے ابن الرضا کو رہا کر دیا اور معذرت خواہ ہوا۔  
دن آیا تو یاغز و مطعون و تاش اور ان کے ساتھ ایک گروہ نے متوکل پر حملہ کر کے اُسے  
اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے منتصر کو خلیفہ بنا دیا۔

## ⑧ = متوکل کے لیے بددعا

ابو روح سانی سے روایت ہے کہ  
بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے متوکل کے لیے بددعا فرمائی پہلے حمد و ثنائے  
بجائے۔ پھر فرمایا: "پروردگارا! میں اور فلاں شخص تیرے بندوں میں سے دو بندے  
..... آخر دعا تک"

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس دعا کو ایک دوسرے سلسلہ اسناد سے  
اور وہ یہ ہے کہ: زرافہ حاجب متوکل جو ایک مرد شیعیہ تھا، کا بیان ہے کہ متوکل کو فتح بن  
سے بہت اُتس تھا اُسے وہ تمام لوگوں بلکہ اپنے تمام اعزاء و اقارب اور اہل و عیال سے زیادہ تعلق  
ہوئے تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو دکھائے کہ فتح بن خاقان کی منزلت میرے نزدیک  
کیسے ہے۔ اس لیے اُس نے تمام اہل مملکت کے اشراف و اہل خاندان اپنے وزیر و امراء سردارین

فوج اور تمام ذی وجہ اشخاص کو حکم دیا کہ بہترین لباس میں پوری زیب و زینت کے ساتھ آئیں اور جو  
میں ہمارے اور فتح بن خاقان کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلیں، کوئی شخص سواری پر نہ ہوگا، صرف  
ہم اور فتح بن خاقان سواری پر ہوں گے۔ (یہ واقعہ سرمن رائے کا ہے)

لوگ مجبور آئے اور حسب مراتب ان دونوں کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلنے لگے  
وہ دن سخت گرمی کا تھا، اور اشراف سادات کے گروہ میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بھی تھے۔ اور گرمی  
رحمت کی وجہ سے آپ کو سخت مشقت برداشت کرنی پڑی۔

زرافہ کا بیان ہے کہ میں آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف بڑھا، اور عرض کیا: اے میرے  
ستید و سردار! جو مشقت اور سختی اس ظالم و رکرش کے ہاتھوں آپ کو اٹھانی پڑ رہی ہے یہ  
خدا کی قسم بید شاق ہے۔ یہ کہہ کر میں نے آپ کو اپنے ہاتھوں کا سپارہ دیا۔

آپ نے فرمایا اے زرافہ! اللہ کے نزدیک ناقہ صالح مجھ سے زیادہ مکرم اور عظیم القدر  
ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ سے مسائل دریافت کرتا اور استفادہ کرتا رہا، یہاں تک کہ متوکل اپنی سواری سے  
اُترا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اب واپس جائیں۔

میں نے سب لوگوں کی سواہیل حاضر کیں اور سب لوگ اپنی اپنی سواہیوں پر سوار  
ہو کر اپنے گھر گئے۔ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا بندہ بھی آپ کے سامنے حاضر کیا۔ آپ اس  
پر سوار ہو کر چلے تو میں بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر آپ کو گھر تک پہنچانے گیا۔

گھر پہنچ کر آپ سواری سے اترے اور مجھے رخصت کیا۔ میں واپس آیا۔ میرے بیٹے  
کا ایک استاد تھا جو شیعہ اور اہل علم و فضل میں سے تھا۔

میری عادت تھی کہ کھانے کے وقت اُس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بلالیا کرتا تھا۔ وہ کھانے  
پر آیا تو گفتگو چھڑی، متوکل اور فتح کے جلوس کی کیفیت، اشراف اور ذی قدر لوگوں کا ان دونوں کے  
سواری کے آگے پاپیادہ چلنا۔ پھر میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو جس حال میں دیکھا اور جو کچھ اُس  
سنا، وہ بھی بیان کیا۔ کہ:

آپ نے فرمایا: "ناقہ صالح اللہ کے نزدیک مجھ سے عظیم القدر نہیں"  
وہ استاد اُس وقت میرے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، یہ سنتے ہی اُس نے ہاتھ روک لیا،  
اور کہنے لگا، تمہیں خدا کی قسم سچ بتاؤ کیا تم نے واقعات کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟  
میں نے کہا، واللہ میں نے اُن کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے۔

اُس نے کہا، اگر ایسا ہے تو پھر جان لو کہ اب متوکل اپنی مملکت میں تین دن سے زیادہ نہیں  
رہ سکتا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لہذا آپ اپنے امور کو دیکھ بھال لیں اور اپنے اموال و املاک کو محفوظ کر لیں۔

کہیں ایسا نہ ہو ناگہانی طور پر وہ ہلاک ہو جائے اور تمہارا سارا مال وغیرہ تباہ ہو جائے، اس حادثے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے۔

میں نے کہا، یہ سب باتیں تم کہاں سے کہہ رہے ہو؟

استاد نے کہا، کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ہے قصہ صالح میں ہے:

مَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعَدٌ غَيْرُ مَكْدُوبٍ ۝

(سورہ ہود آیت ۲۵)

اور یہ ممکن نہیں کہ امام نے جو فرمایا ہے وہ غلط ہو جائے۔

زرافہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم تیسرا دن آتے ہی منتشر ہو کر متوکل پر حملہ کر دیا اس کے ساتھ ترکی سردار اور علامہ متوکل و فتح بن خاقان دونوں کو ایسا قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ایک دوسرے کی لاش میں امتیاز نہ رہ گیا، اس کی حکومت و سلطنت ختم ہو گئی۔ چھترس حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ملا اور یہ بھی بتایا کہ استاد نے مجھ سے کیا کہا تھا۔

آپ نے فرمایا، اس نے سچ کہا تھا۔ بات یہ ہے کہ جب مجھ پر ظلم اس حد تک بڑھ گیا تو میں نے اپنے آباء و کرام کے موروثی خزانے کو دیکھا، اس میں سے ایک دُعا رکال جس کا نام ہے مظلوم کی بددُعا ظالم کے برخلاف۔ یہ دُعا تمام اسلوں اور دُخالوں وغیرہ سے کہیں زیادہ مؤثر و زود اثر ہے۔ میں نے یہ دُعا پڑھ کر اس کے لیے بددُعا کی۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا۔

میں نے عرض کیا، میرے سید و سردار اگر مناسب ہو تو وہ دُعا مجھے بھی تعلیم فرمادیں آپ نے مجھے وہ دُعا تسلیم فرمادی۔

(مجمع الطوائف ص ۲۳۲-۲۳۰)

## ⑨ = آپ کے قتل میں کون شریک تھا

کتاب اقبال الاعمال میں ماہ رمضان کی دُعاؤں میں ہے کہ پروردگار! تو اس پر دُہرا عذاب نازل فرما جو اہم کے خون بہانے میں شریک تھا۔ (اور وہ متوکل تھا)

## ⑩ = صلہ رحمی

ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ متوکل مرضِ وُنبیل میں مبتلا ہوا، اور مرنے کی نوبت آگئی۔ کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس وُنبیل پر نشتر لگائے۔ اس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ اچھا ہو گیا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی خدمت

میں اپنی ذاتی ملکیت سے ایک معتدبہ (مالِ کثیر) بطور نذرانہ پیش کروں گی۔

اور فتح بن خاقان نے کہا، آپ اس مرد (یعنی ابوالحسن علیہ السلام) کے پاس آدمی بھیج کر کہہ سلائیں، ممکن ہے اُن کے پاس ایسی کوئی چیز ہو کہ اللہ اس سے آپ کو شفا عطا فرمائے۔ متوکل نے کہا، اچھا، آدمی بھیج دو۔

آدمی گیا اور واپس آیا۔

اس نے کہا، آپ نے فرمایا ہے کُتب الغم (بکری کی میٹگنی) کو عرقِ گلاب میں ملا کر نیم گرم کر کے دُنبیل پر رکھ دو، اللہ اللہ شفا ہو گئی۔

یہ سن کر متوکل کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ہنسنے لگے۔

فتح نے کہا، اس میں حرج ہی کیا ہے، بس کا بھی بخیرہ کر لیا جائے۔ بخدا مجھے تو اُمید واثق ہے کہ اس سے ضرور فائدہ ہوگا۔

الغرض کُتب الغم اور عرقِ گلاب منگوایا گیا اور اسے نیم گرم کر کے دُنبیل پر رکھ دیا گیا، تھوڑی ہی دیر میں دُنبیل بھٹ گیا اور اندر کا سارا فاسد مادہ (مواد) خارج ہو گیا۔

متوکل کی ماں کو متوکل کی صحت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اس نے حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں دس ہزار دینار بھیجے اور متوکل کا مرض بالکل دور ہو گیا۔

## ○ = حضرت محمد حنفیہ کی اولاد کی جرأت دلیری

کتاب الاستدراک میں ابن قولیہ نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن العلاء السراج سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھ سے بختری نے بیان کیا کہ میں مقام منج میں متوکل کے پاس تھا کہ اولادِ محمد بن حنفیہ سے ایک خیر بن حشیم خوش پوشاک شخص حاضر کیا گیا، اس پر کوئی اتہام لگایا گیا تھا۔ اس کو متوکل کے سامنے کھڑا کیا، لیکن اس نے اس جوان کی طرف توجہ نہ دی اور فتح بن خاقان سے معروف کُتبِ منگوایا اس جوان کو جب کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی اور متوکل نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تو وہ جوان بولا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ نے مجھ کو ادب سکھانے کے لیے بلایا ہے، تو یہ آپ خود خلافِ ادب کر رہے ہیں اور اگر اس لیے بلایا ہے کہ آپ نے جو یہ اوباشوں کا مجمع لگایا ہوا ہے ان کے سامنے میرے گھر والوں کی توبہ کریں، تو یہ آپ کر چکے اور لوگوں کو معلوم ہو چکا۔

متوکل نے کہا، اے حنفی جوان! خدا کی قسم اگر مجھے صلہ رحم اور رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا، اگر میرا ضبط و تحمل مجھے نہ روکتا تو ابھی ابھی تیری زبان اپنے ماتھے سے کھینچ لیتا، تیرا سر ترے جسم سے

جدا کر دیتا، اس گستاخی پر تو اگر تیرا باپ محمد بھی ہوتا تو اسے بھی نہ بخشتا۔

اس کے بعد متوکل فتح کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابوطالب کی اولاد کی طرف سے ہم لوگوں کو کیا کچھ نہیں سہنا پڑتا۔ حسنی یہ چاہتے ہیں کہ وہ عزت کا مانج جو اللہ نے ہم لوگوں کے سر پر رکھا ہے، ہم سے چھین کر خود پہن میں، حسینی چاہتے ہیں کہ اللہ نے جو نعمتیں ہم پر نازل کی ہیں، ان میں رخسہ ڈالیں۔ (اور)

محمد بن حنفیہ کی اولاد یعنی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے ہماری تلواروں کو اپنے خون سے رنگیں کرنا چاہتے ہیں۔

اس جوان حنفی نے کہا، تم نے کب تحمل و ضبط سے کام لیا ہے اور ہمارے خاندان پر تم نے کونسا رحم کیا۔ وہ مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں ملا تھا اسے تم لوگ ہضم کر گئے، اس کا وارث ابو طلحہ بن بیضا اور تم نے میرے پدر بزرگوار محمد کا خون کر لیا ہے تو سنو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو جو بلند منزلت اور عزت دی اسے تم ہست نہیں کر سکتے جو شرف ملا ہے تم اسے کم نہیں کر سکتے تمھاری تو مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

ترجیہ اشعر: "تمھیں اپنی نگاہیں نیچیں رکھنی چاہئیں، اس لیے کہ تم قبیلہ نمیر سے ہو نہ تم بنی کعب میں سے ہو، نہ بنی کلاب میں سے۔"

اس کے بعد اس جوان نے اپنے دونوں پاؤں پھیلادے اور کہا، دیکھ، یہ پاؤں تیری قید کے لیے حاضر ہیں، یہ میری گردن تیری تلوار کے لیے موجود ہے، میرے قتل کا گناہ بھی مجھ پر ذمہ ہے۔ اور اس منظر کا بوجھ بھی اپنے سر پر اٹھالے، اگر تو ایسا کرے گا تو یہ کوئی پہلا ظلم نہ ہوگا۔ اس سے پہلے تو اور تیرے اسلوات بہت کچھ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَا أَشْكُرْ عَلَيْكُمْ إِجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: (کہہ دوئے رسول!) میں تم سے اس کا (رسالت کا) اجر کچھ بھی نہیں مانگتا، مگر اقربا کی محبت (چاہتا ہوں)

مگر خدا کی قسم تو نے رسول کے سوال کو رد کر دیا اور رسول کے قریبداروں کو جھوٹا کر دوسرے سے مودت و محبت کرنے لگا۔ خیر حضورؐ ہی عرصہ میں تجب تو حوض کوثر کی طرف شدت عطش لپکے گا تو میرے جد بزرگوار (علی ابن ابی طالب علیہ السلام) تجھے وہاں سے مار بھاگائیں گے (اور تجھے ہرگز اس کے قریب بھی نہ پہنچنے دیں گے۔

یہ سن کر متوکل رونے لگا، اٹھا اور اپنی کینزوں کے محل میں چلا گیا۔ دوسرے دن اس کو پھر بلایا اور نہایت کچھ انعام و اکرام دے کر اسے رہا کر دیا۔ (کتاب الاستدراک)

# ⑪ = يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ كِتَابِ تَفْسِيرِ

کتاب الاستدراک

میں اپنے اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ متوکل سے لوگوں نے کہا کہ: حضرت ابوالحسن، امام علی بن محمد علیہ السلام، قرآن مجید کی ان دو آیتوں: "وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا" (سورہ الفرقان آیت ۲۶-۲۸)

ترجمہ: (اور اس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور کہے گا، ہائے افسوس مجھ پر، کاش میں نے الرسول کے ساتھ راہ اختیار کی ہوتی۔

(ترجمہ آیت) ہائے افسوس، کاش، میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ (کے متعلق تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ادل و ثانی ہیں۔

متوکل نے کہا، پھر کیا کیا جائے؟  
لوگوں نے کہا، ایسا کیجیے کہ تمام لوگوں کو جمع کیجیے اور ان کے سامنے ان سے ان آیات کی تفسیر دریافت کیجیے، اگر انھوں نے یہی تفسیر بیان کی تو مجمع خود ان سے سمجھ لے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر بیان کی تو پھر وہ اپنے اصحاب کے سامنے رسوا ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے تمام قاضیوں کو بنی ہاشم اور واپسوں کو بلایا، اور ان کے سامنے ان آیتوں کی تفسیر حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فلاں کہا کہ راز روئے احسان ان کی پردہ پوشی کی ہے۔ کیا امیر المؤمنین یہ چاہتے ہیں کہ جس کی پردہ پوشی اللہ نے کی ہے، آپ ان کے پردہ کو چاک اور ان کے راز کو فاش کریں۔

متوکل نے کہا، نہیں، میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا۔ (کتاب الاستدراک)

## ⑫ = اپنے والد کے جنازے پر گریبان چاک کرنے کا جواز

ابراہیم بن خضیب انباری کا بیان ہے کہ ابو عون ابرش نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ آپؑ نے جو اپنے پدر بزرگوار حضرت امام



ابو الحسن علیہ السلام کے جنازے پر گریبان چاک کیا اسے لوگ برا تصور کر رہے ہیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا اے احمق! کچھ کو اس سے کیا مطلب۔ کان کن! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا۔ اچھا اب اور سن لے، کہ کچھ لوگ مومن پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی مومن رہتے ہیں اور مومن ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کافر پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی کافر ہی رہتے ہیں اور کافر ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو مومن پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر مومن ہی رہتے ہیں مگر مرتے وقت کافر ہو جاتے ہیں، اور تو اس وقت تک نہ مرے گا جتنک کافر نہ ہو جائے اور تیری عقل سلب کر لیا جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ مرنے سے پہلے اس کی عقل رائل ہو چکی تھی، یہی سبکی باتیں کرتا اور امامیہ (اصول وغیرہ) کی رو کرتا، اس بناء پر اس کے لڑکے نے اُسے مکان میں بند کر دیا اور لوگوں سے ملنے کو روک دیا، پھر اسی حال میں وہ مر گیا۔  
(رجال الکشی ص ۲۸۰)



# بَحَارُ الْاَنْوَارِ



باب



اولادِ امام علیہ السلام  
اور  
حالاتِ جعفر کذاب



## ① — اولادِ امام علی النقی علیہ السلام

کتاب اعلام الوری اور کتاب اللادہ میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابومحمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو چھوڑا جو آپ کے بعد درجہ امامت پر فائز ہوئے۔ نیز حسین و محمد و جعفر کو چھوڑا ایک دختر عائشہ نام کی چھوڑی۔

• کتاب مناقب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور حسین و محمد و جعفر کذاب اور ایک دختر جن کا نام علیہ تھا۔ (مناقب ابی طالب جلد ۲ صفحہ ۱)

## ② — جعفر کا کردار برادرانِ یوسف جیسا

کلیتی نے اسحاق بن یعقوب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمری سے درخواست کی کہ وہ میرا امام عمر علیہ السلام فرج تک پہنچادیں جس میں میں نے اپنے مشکل مسائل تحریر کر دیے ہیں اس کے جواب میں مولانا صاحب الزمان علیہ السلام کے دست مبارک کی تحریر فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اس ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔ تم نے میرے اہل خانہ اور میرے بنی عم میں سے جو لوگ میری امامت اور میرے وجود کے منکر ہیں ان کے متعلق سوال کیا تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی کی نزقیت ہے اور نہ آپس میں کوئی رشتہ داری ہے جس نے مجھ سے انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے اس کا حال بالکل پیسے کا سا ہے۔ اب رہ گیا میرے چچا جعفر کا کردار تو ان کا کردار بالکل برادرانِ یوسف جیسا ہے۔ (غیبۃ شیخ صفحہ ۱۱۸، احتجاج طبرسی صفحہ ۱۲۲)

## ③ — جعفر کذاب کا امام عصر کی تفتیش پر مقرر ہونا

ابو خالد کاہلی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے بعد امام اور جتہ خدا کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرا فرزند محمد جن کا نام تواریت میں باقر ہے جو علم کو کا حقہ شگافتہ کرے گا۔ وہی میرے بعد جتہ خدا اور امام ہوں گے۔ اور محمد کے بعد ان کے فرزند جعفر امام ہوں گے جن کا نام اہل آسمان میں صادق ہے۔

میں نے عرض کیا مولانا یہ فرمائیں کہ انہی کا نام صادق کیوں ہے؟ حالانکہ آپ سب ہی حضرات (ائمہ) صادق ہیں۔

آپ نے فرمایا، سنو! میرے پر بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا، اور ان سے ان کے پیر بزرگوار نے اور ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، جب پیدا ہوگا تو اس کا نام رکھو، اس لیے کہ اس کی اولاد میں سے پانچویں پشت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام جعفر ہوگا وہ اللہ پر عبور پائے گا اور جبارت کرتے ہوئے دعوتِ امامت کرے گا، مگر وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذاب ہوگا۔ اللہ پر انتظام رازی کرے گا، وہ ایسی چیز کا دعویٰ کرے گا جس کا وہ اہل نہیں ہوگا، وہ اپنے پیر بزرگوار کا مخالف ہوگا، اپنے بھائی سے حسد کرے گا اور ولی اللہی کے غیبت کے وقت سترِ الہی کو افشاء کرنا چاہے گا۔

یہ فرما کر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور شدید گریہ فرمایا: پھر فرمایا، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جعفر کذاب کو اس زمانہ کے ظالم و جابر بادشاہ نے اس امر پر مقرر کیا ہے کہ وہ اس ولی خدا (ولی عصما) اور اللہ کی حفاظت کے ساتھ پردہ غیب میں رہنے والے کی کھوج لگائے۔ یہ ان کی ولادت سے ناواقف ہوگا اور اگر مل جائیں تو انہیں قتل کر دے تاکہ اس کے باپ کی میراث اسے ملے۔ (احتجاج صفحہ ۱۲۲)

## ④ — جعفر کذاب کے متعلق توحیح امام عصر (عجف)

سعد بن عبد اللہ اشعری نے شیخ صدوق احمد بن اسحاق ابن سعد اشعری سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ہمارے

اصحاب میں سے ایک شخص نے ہمیں آکر یہ بتایا کہ جعفر (کذاب) بن علی انتہی نے اس کے پاس ایک خط بھیجا ہے جس میں اس نے اپنا تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اپنے بھائی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے بعد میں قیام ہوں۔ میرے پاس ہر حلال و حرام شے کا علم ہے بلکہ اس کے علاوہ وہ تمام علوم میرے پاس ہیں جن کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔

۱۸ احمد بن اسحاق (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کا خط پڑھا تو ایک عریضہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور جعفر (کذاب) کا یہ خط بھی اپنے عریضے کے اندر رکھ کر آپ کے پاس روانہ کیا۔ اس کا جواب یہ آیا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ : اللہ تمہیں باقی رکھے، تمہارا خط ملا۔ اس کے ساتھ وہ خط بھی جو اس میں رکھا ہوا تھا۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر عمل ہوا۔ جس کے الفاظ میں اختلاف اور مکر و غلطیاں ایسی ہیں کہ اگر تم نے ان پر غور کیا ہوتا تو میری طرف تم کو بھی ان غلطیوں کا علم ہو جاتا۔

سنو! اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ حق کو اتمام تک پہنچا کر اور باطل کو مٹا کر رہے گا۔ اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر وہ خود شاہد ہے اور قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، جب ہم سب لوگ جمع ہوں گے تو جس میں ہم لوگ اختلاف کر رہے ہیں اس کے متعلق سوال ہو گا۔ اللہ نے اس خط کے لکھنے والے جعفر (کذاب) کو مکروب الید پر یا تم پر یا مخلوقات میں سے کسی پر، نہ امام بنایا ہے اور نہ اس کی اطاعت فرض کی ہے۔ میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا جو انشاء اللہ تمہارے لیے کافی ہوگی۔

اے عریضہ بھیجے والے! اللہ تم پر رحم کرے واضح ہو کہ اللہ نے کسی کو عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ کسی کو بیکار چھوڑ دیا ہے بلکہ انہیں اپنی قدرت سے پیدا کیا اور انہیں کان، آنکھ، دل اور عقل و سمیع عطا فرمائی، پھر ان کے پاس انبیاء بھیجے جنہوں نے ان کو انہیں بشارتیں دیں، انہیں عذاب سے ڈرایا، انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا، اور اُس کی نافرمانی سے منع کیا، اور یہ لوگ اپنے خالق اور اپنے دین کی حق باتوں سے ناواقف تھے، وہ بتلائیں۔ اللہ نے ان انبیاء پر کتابیں نازل فرمائی، ان کے پاس فرشتے بھیجے اور کلمے ہونے والے اور غالب ہونے والے معجزات دیکھ کر ان انبیاء میں اور دیگر لوگوں میں اپنے فضل و کرم سے فرق واضح فرمادیا۔

ان میں سے کسی کے لیے آگ کو بڑا و سلاماً (ٹھنڈا) کر دیا اور اُسے اپنا خلیل

بنالیا۔ کسی سے (کوہ طور پر) کلام کیا، اور ان کے عصا کو اڑا دیا، کوئی اللہ کے حکم سے مڑوں کو زندہ کرتا، بیماریوں کو شفا دیتا، کسی کو اُس نے طاعون کی بولی سکھادی اور ہر شے عطا فرمادی، اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، ان پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور سلسلہ رسالت کو ختم کیا اور ان کی سچائی کو جس طرح ظاہر کیا، ان کی آیات و علامات و معجزات کو جس طرح واضح کیا، وہ سب کو معلوم ہے، پھر وہ قابلِ تعریف، بے مثل و باسعادت زندگی بسر کر کے دنیا سے اُٹھے، اللہ نے ان کی قبضی بصر فرمائی۔

آپ کے بعد یہ میری رہایت آپ کے بھائی، آپ کے ابن عم، آپ کے وصی و آپ کے وارث علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد ہوا، اور ان کے بعد ان کے اولاد میں جتنے اوصیاء تھے ان کے بعد دیگر یہ عبدہ ان کے سپرد ہوتا گیا۔ اللہ نے ان حضرات کے ذریعے سے اپنے دین کو زندہ رکھا، اپنے نور کو تمام کرتا رہا، پھر ان کے اوصیاء کے اور ان کے بھائیوں، ان کے نبی اعلم، ان کے اقرباء اور ان کے رشتہ داروں کے درمیان واضح فرق رکھا، تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حجت خدا کون ہے، حجج کون ہے، امام کون ہے، ماموم کون ہے اور وہ اس طرح کہ ان اوصیاء کو معصوم بنایا انہیں گناہوں محفوظ رکھا، ہر طرح کے عیب سے دور رکھا، ہر طرح گندگی و آلودگی سے پاک رکھا، انہیں اپنے علم کا مخزن اپنی حکمت کا امامت دار اور اپنا محرم راز بنایا اور دلائل و براہین سے ان کی تائید و مدد کی، اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگ برابر نظر آتے اور ہر شخص امرِ اپنی اور عہدہ خداوندی کا دعویٰ کرتا، اور اس کی شناخت نہ ہو سکتی کہ حق کیلئے، باطل کیا ہے، عالم کون ہے، جاہل کون ہے؟

چنانچہ اس مبطل (جعفر کذاب) نے جو دعویٰ کیا ہے وہ باطل اور بالکل جھوٹا ہے۔ یہ اس کا دعویٰ کرتا، اللہ پر اتہام ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسے امید رکھتا ہے کہ اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکے گا، کیلئے تفقہ فی الدین (دینی معلومات) ہے؟ خدا کی قسم اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے، غلط کیلئے صحیح کیا ہے؟ کیا اس کے پاس علم ہے؟ نہیں، نہ وہ حق و باطل میں فرق جانتا ہے نہ محکم و متشابہ میں امتیاز کر سکتا ہے۔ بلکہ حد یہ ہے کہ وہ حدود نماز اور اس کے اوقات سے بھی نااہل ہے، کیا اس کے پاس ورع و تقویٰ ہے؟ اللہ شاہد ہے کہ اُس نے نماز فریضہ کجا لیس دن تک محض اس خیال سے ترک کیے رکھا کہ اُسے جادو اور شہدہ بازی آجائے گی، اور

شاید اس کی خبر تم لوگوں تک بھی پہنچی ہو۔  
سنو! اُس کے گھر میں ظروف مسکریہ (شراب کے برتن) رکھے ہوئے ہیں جو  
اللہ کی نافرمانی اور اُس کے عصیان کی کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ کیا اس کے پاس کوئی  
معجزہ اور نشانی ہے؟ اگر ہے تو وہ پیش کرے، کوئی حجت اگر اُس کے پاس ہے تو  
قائم کرے، کوئی دلیل ہے تو وہ لے آئے۔؟  
اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرماتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ • خَمۡدٌ تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ مِنَ  
اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ • مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ  
وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی • وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡزِلُوۡا مُعٰوِضُوۡنَ • فَمَنۡ  
اَرٰوۡیْتُمْ مَّا تَدْعُوۡنَ مِنْ دُوۡنِ اللّٰهِ اِذۡ رُوۡی مَاۤ اَخْلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ  
اَمْ لَهُمْ شِرَکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَشۡرَ  
مِّنۡ عِلۡمِیۡ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیۡنَ • وَمَنۡ اَصۡلٌ مِّثۡنَ یَدْعُوۡا  
دُوۡنَ اللّٰهِ مِنْ لَا یَسۡتَجِیۡبُ لَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمۡ عَنْ دَعَاۤیِہِمْ  
غٰفِلُوۡنَ • وَاِذَا خِشِرَ النَّاسُ کَانَوَالِہُمۡ اَحۡدَآءَ وَکَانَوَالِہُمَا

کُفَرِیۡنَ • (سورہ احقاف آیات ۱ تا ۲۰)

ترجمہ: (اللہ کے نام سے) شروع کرتا ہوں) جو رحمن و رحیم ہے۔ حامیم۔ کتاب کا  
نزول اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے ہے (اور) ہم نے آسمانوں اور زمین  
کو اور جو کچھ اُن کے مابین ہے ایک مقررہ مدت کے لیے حق کے ساتھ خلق کیا۔ اور  
وہ جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ اس سے روگرداں ہیں جس سے کہ انہیں ڈرایا جاتا ہے  
کہہ دے۔ غور تو کرو۔ کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ تو سہی کہ انہوں  
نے زمین میں کیا خلق کیا ہے یا اُن کی آسمانوں میں کوئی شرکت ہے؟ اگر تم سچے ہو تو میرے  
پاس کوئی اس سے پہلے کی کتاب یا علم کے کوئی آثار ہے آؤ۔ اور اس شخص سے زیادہ  
گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اُس کا جواب  
نہ دیں۔ اور انہیں اُن کی پکار کا شعور بھی نہ ہو۔ اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو  
وہی (جمہور) اُن کے دشمن اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔)

اللہ کی توفیق تمہارے شامل حال رہے جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے ذرا اُس  
کے متعلق اس ظالم سے پوچھو۔ اس کا امتحان لو! اُس سے قرآن مجید کی کسی آیت کی بغیر ہی

پوچھ لو! یا یہ دریافت کرو کہ نماز کے حدود کیا ہیں، اس کے واجبات کیا ہیں؟ تاکہ میں  
معلوم ہو جائے کہ اس کا حال کیسا ہے اور اس کا مبلغ علم کیا ہے، اس کا سارا پروردہ فاش  
ہو جائے گا، اس کے بے بضاعتی واضح ہو جائے گی، اللہ اگر اُس سے پورا حساب لے دے گا  
اللہ نے حق کو اس کے اہل میں محفوظ رکھا ہے۔ اور اس کو اس کے مستقر پر قرار دیا  
ہے۔ اللہ کو اس سے انکار ہے کہ امانت امام حسن اور امام حسین کے بعد دو صحابہ اُن  
کو ملے۔ اللہ تعالیٰ جب ہمیں کھل کر کہنے کی اجازت دے گا تو حق ظاہر ہوگا اور باطل  
مفصل اور پرمردہ ہو جائے گا، تم لوگوں کو خود چھوڑ دیا جائے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ کفایت  
کے عمل نیک اور دلالت میں یہاں سے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین دلیل ہے۔

(احتجاج ص ۱۷۲-۱۷۳)

• غیبت طوسی میں بھی تعلکبری سے اور انہوں نے اسدی سے اور انہوں نے سعد  
بن عبد اللہ سے۔ انہوں نے احمد بن اسحاق سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(غیبت طوسی ص ۱۸۳-۱۸۸)

## ⑤ = یہ ننگ خاندان ہے

محمد بن زیاد نے اپنی ماں فاطمہ بنت محمد بن ہشیم  
المعروف بہ ابن سبابہ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس وقت جعفر دُکذاب پیدا  
ہوا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد (امام علی بنقی علیہ السلام) کے گھر میں موجود تھی۔ میں نے  
دیکھا کہ گھر والے اس کی ولادت سے مسرور ہیں مگر جب امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گئی تو دیکھا  
کہ آپ پر مسرت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولانا! کیا آپ اس بچے کی ولادت سے خوش و مسرور نہیں ہیں؟  
فرمایا: یہ باعث ننگ و عار ہوگا۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے ایک خلق کشیدہ  
گمراہی میں مبتلا ہو جائے گی۔ (دکمال الدین)

## ⑥ = جعفر کذاب نے حضرت جعفر طیار کی نسل

کے ایک لڑکے فروخت کر دی

علی بن محمد کا بیان ہے کہ  
جعفر کذاب نے جن کینزوں اور غلاموں کو فروخت کیا، اُن میں اُس نے حضرت جعفر طیار کی نسل  
کی ایک لڑکی کو بھی فروخت کر دیا جس کو گھر والے پرورش کر رہے تھے۔ یہ کسی مردِ علوی نے خریدنے

ولے کو اطلاع دی کہ یہ لڑکی کینز نہیں ہے بلکہ آزاد ہے اور حضرت جعفر طیار کی اولاد میں سے ہے۔

اُس نے کہا، میں اس کو واپس کرنے کے لیے تیار ہوں، مگر جو قیمت میں سے جعفر کذاب کو دی ہے اس میں سے ذرہ برابر کم نہ کروں گا۔ وہ لاؤ اور اس کو لے جاؤ۔ اُس ملوی مرد نے یہ اطلاع اس ناحیہ والوں کو دی۔ تو ان لوگوں نے خریدار کو اکٹالیس دینار بھیجے اور کہا: اس لڑکی کو اس کے دلہا کے حوالے کر دو۔ کافی جبراً منکرین واضح ہو کہ حضرت امام علی (علیہ السلام) کی اولاد میں سے حسین اپنے تمام پیغمبروں کے دیانت میں سب سے ممتاز تھے۔ اپنے بھائی حضرت امام حسن عسکری (علیہ السلام) کے پیرو اور ان کی امامت کے قائل تھے۔ یہ حرم عسکریں میں دفن ہیں۔

دوسرے صاحبزادے محمد، ان کی جلالتِ شان ناقابلِ بیان ہے۔ آپ کی قبر و طبرہ ہائیں جانب بغداد کی پرانی آبادی میں ہے۔ عوام و خواص سب ان کے روز کی بڑی عظمت کرتے کسی سے حلف اٹھوانا ہوتا ان کے روضے پر بیجاتے ہیں۔



# بَحَارُ الْاُخْوَارِ



باب



احوالِ اصحابِ امام علیہ السلام



## ⑤ = بغا غلام ترکی کے متعلق رسول کی دعا

مروج الذهب میں

کامیان ہے کہ بغا ایک معصوم کا ترکی غلام تھا جس نے بڑی بڑی جنگیں لڑیں تھیں دشمن کی صفوں میں گھس جاتا اور صحیح و سلامت نکل آتا اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنے جسم پر لوہے کی بنی ہوئی کوئی چیز مثلاً زرہ وغیرہ کچھ نہ پہنتا تھا۔

جب اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اے بغا! تم نے میری امت کے ایک شخص کے نیک سلوک کیا ہے اس نے تمہیں دعائیں دیں اور اس کی دعائیں قبول ہو گئیں۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟  
آپ نے ارشاد فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا۔  
میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ میری

طویل فرمادے۔

آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! اس کو طویل عمر عطا فرما، اور موت اس کو بھولی رہے۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پچانوے سال۔  
آپ نے بھی فرمایا، پچانوے سال۔  
ایک شخص جو آپ کے سامنے کھڑا ہوا تھا، اس نے کہا، اور یہ آفات سے بچا رہے۔  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، یہ آفات سے بچا رہے۔

میں نے اس شخص سے پوچھا، آپ کون ہیں؟  
انہوں نے فرمایا، میں عثلی بن ابی طالب ہوں۔

یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ اب میں عثلی کا نام لیتا ہوں (اسی طرح) میں صفوں کے درمیان جا کر بھی بخیر و عافیت واپس آجاتا ہوں اور مجھے کوئی گزند نہیں پہنچتی۔  
بغا طالبین (حضرت ابوطالب کی اولاد میں سے) پر بہت مہربان رہتا اور ان کے

بہت نیکی کرتا تھا۔

کسی نے اس سے پوچھا، وہ شخص کون ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا؟  
اور اس کا کیا واقعہ ہے؟

اس نے کہا، معصوم باللہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس سے کوئی بدعت سرزد ہوئی تھی۔ معصوم اور اس کے درمیان شب کی تنہائی میں گفتگو ہوئی۔

معصوم نے مجھے حکم دیا، اے لیجاؤ اور درندوں کے کٹھرے میں ڈال دو۔  
مجھے بھی اس شخص پر بڑا غصہ آ رہا تھا جب میں اسے لیچلا، تو میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا۔ ”پروردگار! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے صرف تیرے بارے میں گفتگو کی ہے، میں نے صرف تیرے دین کی نصرت کی ہے، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف تیری توحید کے متعلق تھا اور اس سے میرا مطلب صرف تیری اطاعت اور قریب القرب حاصل کرنا تھا، کسی غیر کا نہیں اور تیرے مخالف کے سامنے حق کو ثابت کرنا تھا، پھر کیا تو مجھے اپنے دشمن کے حوالے کر کے یہ سزا دلائے گا؟“

بغا کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں کانپنے لگا، اندر سے رقت آئی اور دل میں ایک درد سا اٹھا اور قریب تھا کہ میں اسے درندوں کے کٹھرے میں ڈال دوں کہ اچانک میں نے اسے کھینچ لیا اور اپنے حجرے میں لا کر اسے چھپا دیا۔ پھر معصوم کے پاس آیا۔

اس نے پوچھا کیا کیا؟

میں نے کہا میں اس کو ڈال آیا۔

اس نے پوچھا، وہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا؟

میں نے کہا، میں غمی ہوں اور وہ عربی میں کچھ لہلہا رہا تھا، سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہتا تھا۔  
العرض جب صبح ہوئی تو میں نے اس شخص سے کہا، اب دروازے کھل گئے ہیں اور اب میں پہرے داروں کے ساتھ تجھے نکال رہا ہوں، دیکھ میں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر تجھے بچایا ہے۔ لہذا کوشش کر، کہ معصوم تک تو باکل روپوش رہے، مگر تو مجھے یہ بتا دے کہ تیرا معاملہ کیا ہے؟  
اس نے کہا، بات یہ تھی کہ ہمارے مقام میں سے ایک فرد جزیرہ کاری اور شق و فجو میں مبتلا تھا۔

حق کو پاؤں مال کرتا تھا، باطل کی مدد کرتا تھا جس کی وجہ سے شریعت میں فساد پیدا ہو رہا تھا، توحید الہی منہدم ہو رہی تھی، مگر اس کے خلاف کوئی شخص میری مدد کو تیار نہ ہوتا تھا۔ لہذا مجبوراً ایک شب کو میں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس لیے کہ اس کے جرائم ایسے تھے کہ جن کی بنا پر وہ از روئے شریعت واجب القتل تھا، نتیجہ میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب تم کو معلوم ہے۔

## ④ = اصحاب امام علیہ السلام

**بو طبر :** فہم کا بیان ہے کہ ابو طیب احمد بن محمد بن بو طبر سہارے اصحاب میں سے ایک شخص تھا اس کا جد بو طبر حضرت امام ابو الحسن علی النقی بن محمد علیہ السلام کا غلام تھا اور اس کا نام امام علیہ السلام نے رکھا تھا۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا کہ روئے کے اندر نہ جاتا تھا، باہر چالی سے آپ کی زیارت کر لیا کرتا تھا۔ اس کا قول تھا کہ گھر کا مالک گھر کے اندر جتنا اجازت نہ دے اندر کیسے جاؤں۔ یہ بڑا باادب تھا دیوانوں میں جاتا، اگر کسی سے کوئی حاجت کرتا تو وہ حاجت پوری کر دیتا تو خوش ہوتا، اس کا شکریہ ادا کرتا، اگر کوئی حاجت پوری کرنے کا وعدہ کرتا تو اس کے پاس دوبارہ جاتا، اگر اس نے اپنا وعدہ پورا کیا تو خیر ورنہ تیسری بار پھر جاتا، اگر اس نے حاجت پوری کر دی تو خیر ورنہ وہیں کھڑا ہو جاتا اور اس کے پاس خولہ دو ایک آدمی ہوں یا مجھ سے وہ یہ اشعار پڑھتا۔

ترجمہ اشعار :- کیا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ پل صراط پر پہنچ کر اپنے لیے ہوئے اس وعدے کو پورا کرو گے۔ یا یہ ارادہ ہے کہ قیامت میں تم یہ جہود بخشش کرو گے۔ جناب میں نے آپ سے دنیا میں مانگ لیا ہے، خواب غفلت سے بیدار ہو جائیے۔“

( اہل )

### ایوب بن نوح :-

عمر بن سعید راضی جو فطیمہ مذہب کا تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایوب بن نوح آئے اور سامنے آکر کھڑے ہو گئے آپ نے ان کو کسی کام کے لیے کہا، پھر بیٹے اور میری طرف رخ کر کے کہا اے عمر اگر تم اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس شخص کو دیکھ لو۔

### علی بن جعفر حمدانی :-

آپ کے اصحاب میں سے علی بن جعفر حمدانی تھے۔ یہ ایک مرد فاضل و پسندیدہ اور حضرت ابو الحسن اور ابو محمد علیہما السلام کے وکیل تھے۔

علی بن محمد یادی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر عمری نے بتایا کہ ایک مرتبہ ابو طبر بن بلال حج پر گیا، دیکھا کہ علی بن جعفر حمدانی وہاں عظیم داد و مدد میں کر رہے ہیں۔ اس نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کو خط لکھا۔

آپ نے اس کے جواب میں ایک رقم تحریر فرمایا کہ میں ان کو ایک لاکھ دینار صرف کرنے کا حکم دیتا تھا، اس کے بعد مزید ایک لاکھ دینار کا حکم دیا۔

انہوں نے کہا کہ آپ کے پاس بھی کچھ رہنا چاہیے۔ مگر جب ہم کسی کو اپنے معاملہ میں غلی دینے کا دعوت نہیں دیتے تو لوگوں کو ہمارے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔

پھر علی بن جعفر حمدانی امام ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو تیس ہزار دینار عطا فرمائے۔ (غیبت طوسی ص ۲۲۶)

• محمد بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن فرج کو خط لکھا اور اس میں علی بن ابی طالب و عیسیٰ بن جعفر اور ابن بند کے متعلق دریافت کیا۔

انہوں نے جواب میں تحریر کیا کہ : تم نے ابن راشد کے متعلق دریافت کیا ہے تو انہوں نے باسعادت زندگی گذاری اور شہید مرے۔

پھر انہوں نے ابن بند اور ماضی کے لیے دعائے مغفرت کی اور بتایا کہ ابن بند کو ڈنڈوں سے مار مار کر قتل کیا گیا۔

• اور ابن عام کو جسیر بغداد پر تین سو کوڑے لگائے گئے اور دریا سے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ (رجال کشی ص ۲۵)

## ⑤ = فارس ایک قابل مذمت شخص تھا

قابل مذمت لوگوں میں ایک فارس

بن حاتم بن ماہویہ قزوینی ہے۔

چنانچہ عبد اللہ بن جعفر حمیری کی روایت ہے کہ حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام نے علی بن عمر قزوینی کو خط لکھا کہ اللہ کے دین پر پختہ اعتقاد رکھو۔ فارس پر اللہ کی لعنت ہو۔ تم یہی کر سکتے ہو کہ اس پر لعنت کرو، لہذا اس پر لعنت کرنے میں اس کی ہتک میں اس کے قطع اسباب میں جہاں تک ممکن ہو پوری پوری کوشش کرو میرے اصحاب کو اس سے نہ ملنے دو، اس کی ہر چال کو باطل کرو میرے اصحاب کو میری طرف سے یہ بتادو کہ میں اپنے اس ناکیدی حکم کے متعلق اللہ کے سامنے ان سے باز پرس کروں گا۔ نافرمان اور منکر پر نازل ہو۔ میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے شنبہ و ربیع الاول کا شب ۱۵ شعبان میں لکھی۔ میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اس کی بہت بہت حمد و تعریف کرتا ہوں۔

(نوٹ :-)

(غیبت طوسی ص ۲۲۸)

یہ شخص ہے جس نے متعلق ملائکہ کلینی نے کافی میں جلد ۱ ص ۱۹۶ پر تحریر کیا ہے کہ :

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابو الحسن ہادی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے پوچھا، کیا آل فرج میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے؟  
میں نے عرض کیا، جی ہاں، عمر فارس مر گیا۔

آپ نے فرمایا، الحمد للہ۔  
میں نے شمار کیا تو آپ نے جو میں مرتبہ الحمد للہ کہا۔

میں نے عرض کیا، مولا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس کی موت پر اتنے خوش ہو گئے تو میں پاسبانہ دوڑتا ہوا اگر آپ کو اس کی اطلاع دیتا۔

آپ نے فرمایا، تمہیں معلوم نہیں کہ یہ کون تھا؟  
میں نے عرض کیا، جی نہیں۔

آپ نے فرمایا، یہ وہ شخص تھا جس نے میرے پیر بزرگوار سے دوران گفتگو یہ کہا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت نشے کے عالم میں ہیں۔

میرے پیر بزرگوار نے فرمایا، پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں روزے سے ہوں تو اس سلب مال اور ذلت امیری میں مبتلا کر۔

چند ہی دنوں میں اس کا سارا مال جاتا رہا اور اس کو قید کر دیا گیا اور اب وہ مرا ہے۔  
اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور ہی رکھے۔  
(کافی جلد ۳۹۶)

## ⑤ = ابوالہاشم جعفری

عبداللہ بن عباسی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام بیمار ہوئے تو ابوالہاشم جعفری نے چند اشعار کہے:

جن کا خلاصہ یہ ہے:

”تعب ہے کہ آپ کیسے بیمار ہو گئے، آپ تو مجسم دوا ہیں، آپ دین و دنیا کے مریضوں کا علاج کر دیتے ہیں بلکہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں اور مرنے والوں کو نہیں بلکہ زندوں کو بھی نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔“  
(اعلام الوری ص ۳۸)

## ⑧ = میں ابوعلی کو حسین بن عبدز کا قائم مقام بنایا

رجال کشی میں ہے کہ میں نے جبریل بن احمد کے چچا کی ایک تحریر دیکھی جس میں

کہ مجھ سے محمد بن عیسیٰ نقیطنی نے بیان کیا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ۲۳۲ھ میں علی بن ہلال کو یہ خط تحریر فرمایا:

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اللہ کے نبی حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر درود بھیجتا ہوں۔ واضح ہو کہ میں نے حسین بن عبد ربیع کی جگہ ان کا قائم مقام ابوعلی کو بتا دیا ہے، میں جانتا ہوں کہ دیانت و امانت میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے جواہر کے شیخ اور بزرگ ہو تمہارے امتیاز و اکرام کے پیش نظر میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں، تمہارا فرض ہے کہ ابوعلی کی اطاعت کرو۔ اور وہ تمام چیزیں جو تمہارے پاس بطور امانت ہیں وہ ان کے حوالے کر دو میرے ماننے والوں کو ان کی طرف متوجہ کرو ان کا تعاون کرو، تاکہ ان کو کام کرنے میں مدد ملے، اس سے ہماری نظر میں تمہارا وقار بڑھے گا ہماری خوشی کا سبب ہو گا۔ اس کا تمہیں اللہ کی طرف سے اجر ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے جسے چاہتا ہے بہترین عطا اور عمدہ جزا دیتا ہے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔“  
یہ تحریر میں نے خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے اللہ کا بجز شکر و حمد۔ (رجال کشی ص ۳۷)

## ⑨ = ابوعلی بن راشد کے متعلق امام کا

اپنے ماننے والوں کے نام خط

احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا ایک خط ابن راشد کے پاس تھا جو اپنے اپنے ماننے والوں کے نام تحریر فرمایا تھا جو بغلا و مردان اور ان کے قرب و جوار میں رہتے تھے جس کا مضمون یہ تھا۔  
الحمد للہ کہ میں غیب و عافیت ہوں درود بھیجتا ہوں اللہ کے نبی اور ان کی آل پر بہترین و کامل ترین درود۔ واضح ہو کہ میں نے ابوعلی بن راشد کو حسین بن عبد ربیع کا اور ان سے پہلے لوگوں کا جو ہمارے دکار میں سے تھے اس کو قائم مقام بناتا ہوں۔ اور اس کو ان تمام چیزوں کا والی بناتا ہوں جس کے والی ہمارے دکار اس سے پہلے تھے تاکہ وہ میرے حقوق وصول کرے میں نے اس کو تم لوگوں پر مقرر و منتخب کیا ہے۔ اس کو ترجیح دی ہے اور واقعاً وہ اس کا اہل ہے۔  
لہذا اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم لوگ میرے حق کا سارا مال اس کے حوالے کر دو اور اس کو اپنے دل میں براہ محسوس کرو۔ اللہ کے حکم کی اطاعت میں تعجیل کرو اسے ادا کر کے اپنے وال کو حلال کر لو۔ دیکھو! نیکی اور پرہیز گاری میں لوگوں سے تعاون کرو۔ گناہ اور کفر میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے۔ تم سب لوگ اللہ کی رستی کو مضبوطی سے



پکڑو، تاکہ اگر تمہیں موت آئے تو اس وقت تم مسلمان ہی رہو۔  
یاد رکھو! اس کی اطاعت میری اطاعت ہے، اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ لہذا  
راستہ اختیار کرو کہ اللہ تمہیں اس کا اجر دے اور تم پر اپنے فضل و کرم میں اضافہ کرے۔ بیشک  
بہت وسعت رزق دینے والا اور کریم ہے، وہ اپنے بندوں پر بڑا رحیم ہے۔ ہم اور تم سب  
اللہ کی ودیعت اور امانت ہیں اور اس کے حفظ و امان میں ہیں۔  
”میں نے پتھر خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے۔ اللہ کی بیدہ اور بہت بہت شکر“  
(رجال الکشی ص ۲۳۳)

ایک دوسرے خط میں یہ تحریر فرمایا تھا: اے ایوب! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم  
اور ابوعلی کے درمیان کوئی الجھاؤ نہ رہے بلکہ تم میں سے ہر ایک کو جو کام سپرد کیا گیا ہے وہ اپنا  
کسے اور اپنے قرب و جوار کے معاملات درست کرے تم لوگوں کو جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے  
اُن کو بجالائے تو ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

اے ابوعلی! میں نے جو حکم ایوب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔  
اے ایوب! اگر اہل بغداد و اہل مدائن میں سے تمہارے پاس کوئی چیز لائے تو اسے  
نہ کرنا، اور اگر تمہارے علاقے سے باہر کا کوئی شخص کوئی چیز لائے تو اس سے کہہ دو کہ وہ اپنے علاقے  
وکیل کے سپرد کرے۔

اے ابوعلی! جو حکم میں نے ایوب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔ تم دونوں  
سے ہر ایک کو جس جس کام کا حکم دیا گیا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اسی کام کو انجام دے۔  
(رجال الکشی ص ۲۳۳)

### ⑩ = ایسح بن حمزہ قمی کو دعاء کی تعلیم

میج الدعوات میں ایسح بن حمزہ  
سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک بار عمرو بن مسعود وزیر معتمد خلیفہ کی طرف سے  
ایک سخت مصیبت آپڑی، اور خطرہ یہ تھا کہ کہیں خون نہ بہا دیا جائے۔ ایس نے اپنے آقا و  
حضرت امام ابو الحسن علی نقی علیہ السلام کو عرض لکھا اور اس میں اپنی مصیبت بیان کی۔  
آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، تمہیں ڈرنے یا خوفزدہ ہونے کی ضرورت  
نہیں ہے تم ان کلمات کے ساتھ دعا کرو، اللہ تم کو اس مصیبت سے نجات دے گا جس میں  
مبتلا ہو، اللہ تمہیں اس سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔ آلی محمد بھی جب کسی سخت مصیبت  
میں گرفتار ہوتے ہیں یا کوئی دشمن نمودار ہوتا ہے، یا فقر و افلاس کا خطرہ ہوتا ہے یا عینک

تو انہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعاء کرتے ہیں۔

ایسح بن حمزہ کا بیان ہے کہ جو کلمات میرے مولائے خسر پر فرمائے تھے میں  
نے دن کے ابتدائی حصے میں ان ہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعاء کی، اور خدا کی قسم! ابھی دن کا  
ایک حصہ ہی گزرا تھا کہ میرے پاس عمرو بن مسعود کا آدمی پہنچا اور کہا چلو، وزیر نے تم کو بلایا ہے  
میں اس کے پاس پہنچا، تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور خدا کو حکم دیا کہ اس کے  
ہتھکڑیاں اور پٹریاں کاٹ دی جائیں۔

خدا نے میری ہتھکڑیاں اور پٹریاں کاٹ دیں اور میں رہا ہو گیا۔  
پھر اس نے میرے لیے ایک بہترین خلعت کے دیے جانے کا حکم دیا، تحفہ میں  
کچھ عطر وغیرہ دیے، مجھے اپنے قریب بلایا، باتیں کیں، مجھ سے معذرت خواہ ہوا اور جو کچھ اس نے میرا  
مال و املاک ضبط کیا تھا سب واپس کر دیا۔ نیز میرے ساتھ اور بھی نیک سلوک کیے اور مجھے  
اپنی جاگیر پر واپس کر دیا، بلکہ کچھ جائیداد جو اس سے متصل تھی وہ بھی میرے حوالے کر دی  
(میج الدعوات ص ۲۳۵)

### ⑪ = میرے لیے حائر حسینی میں دعاء کی جائے

ابو ہاشم سے روایت ہے اس کا  
بیان ہے کہ حضرت ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آپ نے میرے  
اور محمد بن حمزہ کے پاس آدمی بھیجا مگر محمد بن حمزہ مجھ سے پہلے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔  
انہوں نے مجھے بتایا کہ امام علیہ السلام مسلسل یہ فرما رہے ہیں کہ (میری صحت کی دعا  
کسیے) کسی کو حیر (حائر امام حسین پر) بھیجو۔

میں نے محمد بن حمزہ سے کہا، پھر تم نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ آقا! میں جاتا ہوں۔  
اس کے بعد میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: آقا! میں آپ پر فدا ہوں، میں حیر (حائر حسینی پر)  
حباؤں گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا، مگر اس کے متعلق خوب سوچ لو (اس لیے کہ متوکل نے زیارت  
قبر حسین کے متعلق حکم امتناعی جاری کر دیا ہے)۔

پھر آپ نے فرمایا، محمد بن حمزہ یہ صحیح ہے کہ زید بن علی کا معتقد نہیں ہے، اور  
میں نہیں چاہتا کہ وہ یہ بات سنے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا تذکرہ علی بن ہلال سے کیا، تو اس نے کہا، انہیں چکی